الحمد للہ والمنت

کہ رسالہ تالیف کردہ مجدد دوران مسیح الزمان

مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان موسوم بہ

الہامی الہامی

کہ یہ غذائے روحانی ہے جس میں اس کے سچ سے جو چکنے کی حکمت کہ خدا نے بتا دیا ؎ حاذق طبیب کا یہ گمان بھی ہے خطا ؎ مؤمن کبھی دم سے بیجان نہ ہوا

توضیح مرام

مسیح کا دوبارہ دنیا میں آنا

بار دوم ماہ جولائی سنہ ۱۸۹۶ء

باہتمام شیخ نور احمد مالک مطبع ریاض ہند پریس امرتسر

مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا

قیمت بلا محصول ڈاک ۲ر

تعداد جلد ۷۰۰

مسیح کا دوبارہ دُنیا مین آنا

مُسلمانون اور عیسائیون کا کسیقدر اختلاف کیساتھ یہ خیال ہے کہ حضرت مسیح بن مریم اسی عنصری وجود سے آسمان کیطرف اُٹھائے گئے ہین - اور پھر وہ کسی زمانہ مین آسمان سے اُترینگے - مین اس خیال کا غلط ہونا اپنے اسی رسالہ مین لکھ چکا ہون - اور نیز یہ بھی بیان کرچکا ہون کہ اُس نزول سے مُراد درحقیقت مسیح بن مریم کا نزول نہین بلکہ استعارہ کیطور پر ایک مثیل مسیح کے آنے کی خبر دیگئی ہے جس کا مصداق حسب اعلام و الہام الہی یہی عاجز ہے - اور مجھے یقیناً معلوم ہے کہ میری اس رائے کے شایع ہونے کے بعد جسپر مین بیّنات الہام سے قائم کیا گیا ہون بہت سی قلمین مخالفانہ طور پر اُٹھینگی اور ایک تعجب اور انکار سے بھرا ہوا شور عوام مین پیدا ہوگا - اور میرا ارادہ تھا کہ بالفعل مین کلام کو طول دینے سے مجتنب رہون اور اعتراضات کے پیش ہونے کے وقت اُنکے رفع دفع کے لئے مفصل وجوہات و دلائل جیسے معترضین کے خیالات کے حالات موجودہ ہون پیش کرون - لیکن اب مجھے اُس ارادہ مین یہ نقص معلوم ہوتا ہے کہ میری کوتاہ قلمی کی حالت مین نہ صرف عوام الناس بلکہ مُسلمانون کے خواص بھی جو اُنکے بعض مولوی ہین بباعث اپنے قصور فہم کے جو اُنکی حالت متنزلہ کو لازم پڑا ہوا ہے اور نیز بوجہ متاثر ہونے کے ایک پورانے خیال سے خواہ نخواہ میری بات کو رد کرنے کے لئے مدعیانہ کھڑے ہوجائینگے اور اپنے دعوے کے طرفدار بنکر بہرحال اُسی دعوے کی سچائی ثابت ہوجانا چاہین گے - پس مدعی ہوکر مقابل پر کھڑے ہوجانا اُنکے لئے سخت حجاب ہوجائے گا - جس سے باہر نکلنا اور اپنی مشہور کردہ رائے سے رجوع کرنا اُنکے لئے مشکل بلکہ محال ہوگا - کیونکہ ہمیشہ یہی دیکھا جاتا ہے کہ جب کوئی مولوی ایک رائے کو علی رؤس الاشہاد ظاہر کر دیتا ہے اور اپنا فیصلہ ناطق اُسکو قرار دیتا ہے تو پھر اُس رائے سے عود کرنا اُسکو موت سے بدتر دکھائی دیتا ہے - لہذا مینے ترحمًا لِلّٰہ یہ چاہا کہ قبل اسکے کہ وہ مقابل پر آکر ہٹ اور ضد کی بلا مین پھنس جائین آپ ہی اُنکو ایسے صاف اور مدلل طور پر سمجھا دیا جائے کہ

جو ایک دانا اور منصف، اور طالب حق کی تسلی کے لئے کافی ہو - اگر بعد مین پھر لکھنے کی ضرورت پڑیگی تو شاید ایسے لوگون کے لئے وہ ضرورت پیش آوے کہ جو غایت درجہ کے سادہ لوح اور غبی ہین جنکو آسمانی کتابون کے استعارات مصطلحات و دقائق تاویلات کی کچھ بھی خبر بلکہ مس تک نہین - اور لایمسّہ کی نفی کے نیچے داخل ہین -

اب پہلے ہم صفائی بیان کے لئے یہ لکھنا چاہتے ہین کہ بائبل اور ہماری احادیث اور اخبار کی کتابون کے رو سے جن نبیون کا اسی وجود عنصری کیساتھ آسمان پر جانا تصوّر کیا گیا ہے وہ دو نبی ہین - ایک یوحنا جس کا نام ایلیا اور ادریس بھی ہے - دوسرے مسیح بن مریم جنکو عیسیٰ اور یسوع بھی کہتے ہین - ان دونون نبیونکی نسبت عہد قدیم اور جدید کے بعض صحیفے بیان کر رہے ہین کہ وہ دونوں آسمان کیطرف اُٹھائے گئے - اور پھر کسی زمانہ مین زمین پر اُترینگے اور تم انکو آسمان سے آتے دیکھوگے - ان ہی کتابون سے کسیقدر ملتے جلتے الفاظ احادیث نبویہ مین بھی پائے جاتے ہین - لیکن حضرت ادریس کی نسبت جو بائبل مین یوحنا یا ایلیا کے نام سے پکارے گئے ہین انجیل مین یہ فیصلہ دیا گیا ہے کہ یحییٰ بن ذکریا کے پیدا ہونے سے انکا آسمان سے اترنا وقوع مین آگیا ہے چنانچہ حضرت مسیح صاف صاف الفاظ مین فرماتے ہین کہ "یوحنا جو آنے والا تھا یہی ہے چاہو تو قبول کرو" - سو ایک نبی کے محکمہ سے ایک آسمان پر جانے والے اور پھر کسی وقت اترنے والے یعنی یوحنا کا مقدمہ تو انفصال پا گیا اور دوبارہ اترنے کی حقیقت اور کیفیت معلوم ہو گئی چنانچہ تمام عیسائیوں کا متفق علیہ عقیدہ جو انجیل کے رو سے ہونا چاہیئے یہی ہے کہ یوحنا جس کے آسمان سے اترنے کا انتظار تھا وہ حضرت مسیح کے وقت مین آسمان سے اس طرح پر اترا کہ ذکریا کے گھر مین اُسی طبع اور خاصیت کا بیٹا ہوا جس کا نام یحییٰ تھا - البتہ یہودی اُسکے اُترنے کے اب تک منتظر مین اُن کا بیان ہے کہ وہ سچ مچ آسمان سے اُترے گا - اوّل بیت المقدس کے منارہ پر اُس کا نزول ہوگا - پھر وہان سے یہودی لوگ اکھٹے ہو کر اُسکو کسی نردبان وغیرہ کے ذریعہ سے نیچے اتار لینگے - اور جب یہودیون کے سامنے وہ تاویل پیش کیجائے جو حضرت مسیح علیہ السلام نے یوحنا کے اترنے کے بارے مین کی ہے تو وہ فی الفور غصہ سے بھر کر حضرت مسیح اور ایسے ہی حضرت یحییٰ کے حق مین ناگفتنی باتین کہتے ہین - اور اُس نبی کے فرمودہ کو ایک ملحدانہ خیال تصور کرتے ہین - بہرحال آسمان سے اترنے کا لفظ جو تاویل رکھتا ہے مسیح کے بیان سے اسکی حقیقت ظاہر ہوئی اور اُن ہی کے بیان سے یوحنا کے آسمان سے اُترنے کا جھگڑا طے ہو کر یہ بات

کھل گئی کہ آخر اترے تو کس طرح اترے ۔ مگر مسیح کے اُترنے کے بارے مین ابتک بڑے جوش سے بیان کیا جاتا ہے کہ وہ عمدہ اور شاہانہ پوشاک قیمتی پارچات کی پہنے ہوے ✤ فرشتون کے ساتھ آسمان سے اترین گے ۔ مگر ان دو قومون کا اسپر اتفاق نہین کہ کہان اُترینگے ۔ آیا مکہ معظمہ مین یا لندن کے کسی گرجا مین یا ماسکو کے شاہی کلیسیا مین ۔ اگر عیسائیون کو پرانے خیالات کی تقلید رہزن نہو تو وہ مسلمانونکی نسبت بہت جلد سمجھ سکتے ہیں کہ مسیح کا اترنا اُسی تشریح کیموافق چاہیے جو خود حضرت مسیح کے بیان سے صاف لفظون مین معلوم ہوچکی ہے ۔ کیونکہ یہ ممکن نہین کہ ایک ہی صورت کے دوام دو متناقض معنون پر محمول ہوسکین ۔ یہ بات اہل الرائے کے غور کے قابل ہے کہ اگر حضرت مسیح کی وہ تاویل جو انھون نے یوحنا کے آسمان سے اترنے کی نسبت کی ہے فی الواقع صحیح ہے تو کیا حضرت مسیح کے نزول کے مقدمہ مین جو اسی پہلے مقدمہ کا ہمشکل ہے اسی تاویل کو کام مین نہین لانا چاہیے جبحالتمین ایک نبی اس سربستہ راز کی اصل حقیقت کھول چکا ہے اور قانون قدرت بھی اسی کو چاہتا اور اُسی کو مانتا ہے تو پھر اس صاف اور سیدھی راہ کو چھوڑ کر ایک پیچیدہ اور قابل اعتراض راہ اپنی طرف سے کھودنا کیونکر قبول کرنے کے لائق ٹھہر سکتا ہے ۔ کیا ذیعلم اور ایماندار لوگونکا کانشنس جسکو مسیح کے بیان سے بھی پوری پوری مدد ملگئی ہے کسی اور طرف اپنا رخ کرسکتا ہے اور مسیحی لوگ تو اسوقت سے دس برس پہلے اپنی یہ پیشگوئی بھی انگریزی اخبارون کے ذریعہ سے شایع کرچکے ہین کہ تین برس تک مسیح آسمان سے اترنیوالا ہے ۔ اب جو خدا تعالےٰ نے اس اُترنے والے کا نشان دیا تو مسیحیون پر لازم ہے کہ سب سے پہلے وہی اُسکو قبول کرین تا اپنی پیشگوئی کے آپ ہی مکذب نہ ٹھہرین ۔

عیسائی لوگ اس بات کے بھی قائل ہین کہ حضرت مسیح اُٹھائے جانے کے بعد بہشت میں داخل ہو گئے ۔ لوکا کی انجیل مین خود حضرت مسیح ایک چور کو تسلی دیکر کہتے ہین کہ ”آج تو میرے ساتھ بہشت مین داخل ہوگا“ ✤ اور عیسائیون کا یہ عقیدہ بھی متفق علیہ ہے کہ کوئی شخص بہشت مین داخل ہو کر پھر اس سے نکالا نہین جائیگا گو کیسا ہی ادنیٰ درجہ کا آدمی ہو چنانچہ یہی عقیدہ

✤ حاشیہ ۔ یہ پارچات از قسم پشمینہ یا ابریشم ہونگے جیسے چڑیا ۔ گلبدن ۔ اطلس ۔ کمخواب ۔ زربفت ۔ زری ۔ لاہی یا معمولی سوتی کپڑے جیسے نینسکھ تنزیب ۔ اینگ چکن ۔ گلشن ۔ ململ ۔ جالی ۔ خاصہ ۔ ڈوریا ۔ چارخانہ ۔ اور کس نے آسمان مین بُنے اور کس نے سیئے ہونگے ابتک کسی مسلمانون یا عیسائیوں مین سے اسکا کچھ پتہ نہین دیا ۔

✤ دیکھو انجیل لوکا باب ۲۳ آیت ۴۳

مسلمانوں کا بھی ہے - اللہ جل شانہ قرآن شریف مین فرماتا ہے وَمَا هُم مِنهَا بِمُخرَجِين - یعنے جو لوگ بہشت مین داخل کئے جائینگے پھر اُس سے نکالے نہین جائینگے - اور قرآن شریف مین اگرچہ حضرت مسیح کے بہشت مین داخل ہونے کا بہ تصریح کہین ذکر نہین لیکن انکے وفات پاجانے کا تین جگہ ذکر ہے ✤ اور مقدس بندوں کیلئے وفات پانا اور بہشت مین داخل ہونا ایک ہی حکم مین ہے - کیونکہ برطبق آیت قِيلَ ادخُلِ الجَنَّةَ - وَادخُلِي جَنَّتِي. وہ بلا توقف بہشت مین داخل کئے جاتے ہین - اب مسلمانوں اور عیسائیوں دونوں گروہ پر واجب ہے کہ اس امر کو غور سے جانچین کہ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک مسیح جیسا مقرب بندہ بہشت مین داخل کرکے پھر اُس سے نکالدیا جائے؟ کیا اس مین خدا تعالےٰ کے اس وعدہ کا تخلف نہین جو اسکی تمام پاک کتابوں میں بتواتر و تصریح موجود ہے کہ بہشت میں داخل ہونیوالے پھر اُس سے نکالے نہین جائینگے؟ کیا ایسے بزرگ اور حتمی وعدہ کا ٹوٹ جانا خدا تعالےٰ کے تمام وعدوں پر ایک سخت زلزلہ نہین لاتا؟ پس یقیناً سمجھو کہ ایسا اعتقاد رکھنے مین نہ صرف مسیح پر ناجائز مصیبت وارد کروگے بلکہ ان لغو باتوں سے خدا تعالیٰ کی کسرشان اور کمال درجہ کی بے ادبی بھی ہوگی - اس امر کو ایک بڑے غور اور دیدہ تعمق سے دیکھنا چاہیئے کہ ایک ادنیٰ اعتقاد سے جس سے نجات پانے کیلئے استعارہ کی راہ موجود ہے بڑی بڑی دینی صداقتین آپکے ہاتھ سے فوت ہوتی ہین - اور درحقیقت یہ ایک ایسا فاسد اعتقاد ہے جسمین ہزاروں خرابیاں سخت اُلجھن کیساتھ گرہ در گرہ لگی ہوئی ہین - اور مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے کیلئے موقعہ ہاتھ آتا ہے - ہمنے پہلے بھی ذکر کیا ہے کہ یہی معجزہ کفار مکہ نے ہمارے سید و مولیٰ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگا تھا کہ آسمان پر ہمارے روبرو چڑھین اور روبرو ہی اترین اور انہین جواب ملا تھا کہ قُل سُبحَانَ رَبِّي یعنے خدا تعالےٰ کی حکیمانہ شان اس سے پاک ہے کہ ایسے کھُلے کھُلے خوارق اس دار الابتلاء مین دکھائے اور ایمان بالغیب کی حکمت کو تلف کرے -

---

✤ حاشیہ - قال اللہ تعالیٰ - فَلَمَّا تَوَفَّيتَنِي كُنتَ اَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيهِم - دیکھو سورہ مائدہ الجزو نمبر ۷ وَاِن مِن اَهلِ الكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤمِنَنَّ بِهٖ قَبلَ مَوتِهٖ سورۃ النساء الجزو نمبر ۶ - اِذ قَالَ اللهُ يٰعِيسٰى اِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ - سورہ آل عمران الجزو نمبر ۳ - منہ

اب میں کہتا ہوں کہ جو امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جو افضل الانبیاء تھے جائز نہیں اور سنت اللہ سے باہر سمجھا گیا وہ حضرت مسیح کے لئے کیونکر جائز ہو سکتا ہے؟ یہ کمال بے ادبی ہو گی کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ایک کمال کو مستبعد خیال کریں اور پھر وہی کمال حضرت مسیح کی نسبت قریب قیاس مان لیں۔ کیا کسی سچے مسلمان سے ایسی گستاخی ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ اور یہ امر بھی قابل اظہار ہے کہ یہ خیال مذکورہ بالا جو کچھ عرصہ سے مسلمانوں میں پھیل گیا ہے صحیح طور پر ہماری کتابوں میں اس کا نام ونشان نہیں بلکہ احادیث نبویہ کی غلط فہمی کا یہ ایک غلط نتیجہ ہے جسکے ساتھ کئی بیجا حاشیے لگا دیئے گئے ہیں اور بے اصل موضوعات سے انکو رونق دیگئی ہے اور تمام وہ امور نظر انداز کر دیئے گئے ہیں جو مقصود اصلی کی طرف رہبر ہو سکتے ہیں۔ اس بارے میں نہایت صاف اور واضح حدیث نبوی وہ ہے جو امام محمد اسمٰعیل بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ لکھی ہے اور وہ یہ ہے:۔ کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْیَمَ فِیْکُمْ وَاِمَامُکُمْ مِنْکُمْ یعنے اسدن تمھارا کیا حال ہوگا جب ابن مریم تم میں اتریگا۔ وہ کون ہے؟ وہ تمھارا ہی ایک امام ہوگا جو تم ہی میں سے پیدا ہوگا۔ پس اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف فرما دیا کہ ابن مریم سے یہ مت خیال کرو کہ سچ مچ مسیح ابن مریم ہی اتر آئے گا بلکہ یہ نام استعارہ کیطور پر بیان کیا گیا ہے۔ ورنہ درحقیقت وہ تم میں سے تمھاری ہی قوم میں سے تمھارا ایک امام ہوگا جو ابن مریم کی سیرت پر پیدا کیا جائے گا۔ "اسجگہ پرانے خیالات کے لوگ اس حدیث کے معنے اس طرح پر کرتے ہیں کہ جب حضرت مسیح آسمان سے اتریں گے تو وہ اپنے منصب نبوت سے مستعفی ہو کر آئیں گے انجیل سے انہیں کچھ غرض نہیں ہوگی۔ امت محمدیہ میں داخل ہو کر قرآن شریف پر عمل کرینگے۔ پنج وقت نماز پڑھینگے اور مسلمان کہلائینگے!!! مگر یہ بیان نہیں کیا گیا کہ کیوں اور کس وجہ سے یہ تنزل کیحالت انھیں پیش آئے گی۔ بہرحال اسقدر ہمارے بھائیوں مسلمان محمدیوں نے آپ ہی مان لیا ہے کہ ابن مریم اسدن ایک مرد مسلمان ہوگا جو اپنے تئیں امت محمدیہ میں سے ظاہر کریگا اور اپنی نبوت کا نام بھی نہ لیگا جو پہلے اسکو عطا کیگئی تھی۔ اور درحقیقت یہی ایک بھاری مشکل ہے کہ جو استعارہ کو حقیقت پر حمل کرنے سے ہمارے بھائیوں کو پیش آگئی ہے جسکی وجہ سے انھیں ایک سچے نبی کا اپنے منصب نبوت سے محروم ہو جانا تجویز کرنا پڑا۔ اگر وہ ان صاف [illegible] جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک الفاظ سے پائے جاتے [illegible]

مطابق پہلے حضرت مسیح یوحنا نبی کے بارے مین بیان فرما چکے ہین تو ان تمام پرتکلف مشکلات سے مخلصی پا جائینگے نہ حضرت مسیح کی روح کو بہشت سے نکالنے کی حاجت پڑیگی اور نہ اُس مقدس نبی کی نبوت کا خلع تجویز کرنا پڑیگا۔ اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مین ہجو ملیح کے مرتکب ہون گے اور نہ احکام قرآنی کے منسوخ ہونے کا اقرار کیا جائیگا۔

شاید آخری عذر ہمارے بھائیوں کا یہ ہو گا کہ بعض الفاظ جو صحیح حدیثون مین حضرت مسیح کے علامات مین بیان کئے گئے ہین انکی تطبیق کیونکر کرین۔ مثلاً لکھا ہے کہ مسیح جب آئے گا تو صلیب کو توڑے گا اور جزیہ کو اُٹھا دیگا اور خنزیرونکو قتل کر دے گا۔ اور اُسوقت آئے گا کہ جب یہودیت اور عیسائیت کی بدخصلتین مسلمانون مین پھیلی ہوئی ہونگی۔ مین کہتا ہون کہ صلیب کے توڑنے سے مراد کوئی ظاہری جنگ نہین بلکہ روحانی طور پر صلیبی مذہب کا توڑ دینا اور اُس کا بُطلان ثابت کر کے دکھا دینا مراد ہے۔ جزیہ اُٹھا دینے کی مراد خود ظاہر ہے جس سے یہ اشارہ ہے کہ ان دنوںمین خود بخود دل سچائی اور حق کی طرف کھینچے جائینگے کسی لڑائی کی حاجت نہین ہوگی۔ خود بخود ایسی ہوا چلیگی کہ جوق در جوق اور فوج در فوج لوگ دین اسلام مین داخل ہوتے جائینگے۔ پھر جب دین اسلام مین داخل ہونے کا دروازہ کُھل جائے گا اور ایک عالم کا عالم اس دین کو قبول کر لیگا تو پھر جزیہ کس سے لیا جائے گا۔ مگر یہ سب کچھ ایک دفعہ واقع نہین ہوگا۔ ہان ابھی سے اسکی بنا ڈالی جائیگی۔ اور خنزیروں سے مراد وہ لوگ ہین جنمین خنزیرونکی عادتین ہین۔ وہ اس روز حجت اور دلیل سے مغلوب کئے جائینگے۔ اور دلائل بیّنہ کی تلوار انھیں قتل کریگی نہ یہ کہ ایک پاک نبی جنگلونمین خنزیروں کا شکار کھیلتا پھریگا۔

اے میری پیاری قوم! یہ سب استعارے ہین جنکو خدا تعالی کیطرفسے فہم دیا گیا ہے وہ نہ صرف آسانی سے بلکہ ایک قسم کے ذوق سے انکو سمجھ جائینگے۔ ایسے عمدہ اور بلیغ مجازی کلمات کو حقیقت پر اُتارنا گویا ایک خوبصورت معشوق کا ایک دیو کی شکل مین خاکہ کھینچنا ہے۔ بلاغت کا تمام مدار استعارات لطیفہ پر ہوتا ہے۔ اسیوجہ سے خدا تعالے کے کلام نے بھی جو ابلغ الکلم ہے جسقدر استعارونکو استعمال کیا ہے اور کسی کلام مین یہ طرز لطیف نہین ہے۔ اب ہر جگہ اور ہر محل مین اُن پاکیزہ استعارونکو حقیقت پر حمل کرتے جانا گویا اُس کلام معجز نظام کو خاک مین ملا دینا ہے۔ پس اس طریق سے نہ صرف خدا تعالی کی پُر بلاغت کلام کا اصلی منشاء درہم برہم ہوتا ہے بلکہ ساتھ ہی اس کلام کے اعلیٰ درجہ کی بلاغت کو برباد کر دیا

جاتا ہے۔ خوبصورت اور دلچسپ طریقے تفسیر کے وہ ہوتے ہین جن مین متکلم کی اعلیٰ شان بلاغت اور اسکے روحانی اور بلند ارادون کا بھی خیال رہے نہ یہ کہ نہایت درجہ کے سفلی اور بدنما اور بے طرح موٹے معنے جو ہجو ملیح کے حکم مین ہون اپنی طرفسے گھڑے جائین اور خدا تعالیٰ کی پاک کلام کو جو پاک اور نازک دقائق پر مشتمل ہے صرف دہقانی لفظون تک محدود خیال کرلیا جائے۔ ہم نہین سمجھتے کہ اُن نہایت دقیق اسرار کے مقابلہ پر جو خدا تعالےٰ کے کلام مین ہونے چاہیین اور بکثرت ہین کیون بدشکل اور موٹے اور کریہ معنے پسند کئے جاتے ہین؟ اور کیوں اُن لطیف معنون کی وقعت نہین کی جو خدا تعالیٰ کی حکیمانہ شان کیموافق اور اُسکے عالی مرتبہ کلام کے مناسب حال ہین؟ اور ہمارے علما کے دماغ اس بیوجہ سرکشی سے کیون پُر ہین کہ وہ الٰہی فلسفہ کے نزدیک آنا نہین چاہتے؟ جن لوگون نے ان تحقیقون مین اپنا خون اور پسینہ ایک کردیا ہے انکو بیشک ہمارے اس بیان سے نہ انکار بلکہ مزہ آئے گا اور ایک تازہ صداقت انکو ملیگی جسکو وہ بڑے مدو شد کیساتھ قوم مین بیان کرین گے اور سالک کو ایک روحانی فائدہ پہنچائین گے۔ لیکن جنہون نے صرف سرسری نگاہ تک اپنی فکر اور عقل کو ختم کررکھا ہے وہ بجز اسکے کہ ناحق کے اعتراضات کی میزان بڑھادین اور بیجا ضد قائم کرین اور کچھ اسلام کو اپنے وجود سے فائدہ نہین پہنچا سکتے۔

اب ہم یہ بیان کرنا چاہتے ہین کہ ہمارے ہادی اور سید مولی جناب ختم المرسلین نے مسیح اوّل اور مسیح ثانی مین مابہ الامتیاز قائم کرنے کے لئے صرف یہی نہین فرمایا کہ مسیح ثانی ایک مرد مسلمان ہوگا اور شریعت قرآنی کیموافق عمل کرے گا اور مسلمانونکی طرح صوم و صلوٰۃ وغیرہ احکام فرقانی کا پابند ہوگا اور مسلمانون مین پیدا ہوگا اور اُنکا امام ہوگا اور کوئی جداگانہ دین نہ لائیگا اور کسی جداگانہ نبوت کا دعوی نہین کریگا بلکہ یہ بھی ظاہر فرمایا ہے کہ مسیح اول اور مسیح ثانی کے حلیہ مین بھی فرق بین ہوگا۔ چنانچہ مسیح اوّل کا حُلیہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات مین نظر آیا وہ یہ ہے کہ درمیانہ قد اور سرخ رنگ گھنگریالے بال اور سینہ کشادہ ہے دیکھو صحیح بخاری صفحہ ۴۸۹۔ لیکن اسی کتاب مین مسیح ثانی کا حُلیہ جناب ممدوح نے یہ فرمایا ہے کہ وہ گندم گون ہے اور اُسکے بال گھنگریالے نہین اور کانوں تک لٹکتے ہین۔ اب ہم پوچھتے ہین کہ کیا یہ دونون ممیز علامتین جو مسیح اوّل اور ثانی مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہین کافی طور پر یقین نہین دلاتین کہ مسیح اوّل اور ہے اور مسیح ثانی اور ان دونونکو ابن مریم کے نام سے پکارنا ایک لطیف استعارہ ہے جو باعتبار مشابہت طبع

اور روحانی خاصیت کے استعمال کیا گیا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ اندرونی خاصیت کے مشابہت کے
رو سے دو نیک آدمی ایک ہی نام کے مستحق ہو سکتے ہین اور ایسا ہی دو بد آدمی بھی ایک ہی مادہ
مین شریک مساوی ہونے کیوجہ سے ایک دوسرے کے قایم مقام کہلا سکتے ہین مسلمان لوگ
جو اپنے بچوں کے نام احمد اور موسیٰ اور عیسیٰ اور سلیمان اور داؤد وغیرہ رکھتے ہین تو در حقیقت اسی
تفاؤل کا خیال اُنہین ہوتا ہے جس سے نیک فال کیطور پر ارادہ کیا جاتا ہے کہ یہ بچے بھی اُن بزرگوں کی
روحانی شکل اور خاصیت ایسی اتم اور اکمل طور سے پیدا کر لین کہ گویا اُنہین کا روپ ہو جائین
اس جگہ اگر یہ اعتراض پیش کیا جائے کہ مسیح کا مثل بھی نبی چاہیئے کیونکہ مسیح نبی تھا تو اس کا اول
جواب تو یہی ہے کہ آنیوالے مسیح کے لئے ہمارے سید و مولیٰ نے نبوت شرط نہین ٹھہرائی
بلکہ صاف طور پر بھی لکھا ہے کہ وہ ایک مسلمان ہوگا اور عام مسلمانوں کے موافق شریعت
فرقانی کا پابند ہوگا اور اس سے زیادہ کچھہ بھی ظاہر نہین کریگا کہ مین مسلمان ہوں اور مسلمانوں کا امام
ہوں ماسوا اس کے اسمین کچھہ شک نہین کہ یہ عاجز خدا تعالیٰ کیطرف سے اس اُمت کیلئے
محدث ہو کر آیا ہے اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہی ہوتا ہے گو اُس کیلئے نبوت تامہ نہین مگر تاہم جزئی طور پر وہ ایک نبی ہی ہے کیونکہ
وہ خدا تعالیٰ سے ہمکلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے امور غیبیہ اُسپر ظاہر کیجاتی ہین اور رسولوں اور نبیوں کی وحی کی طرح
اُس کی وحی کو بھی دخل شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے اور مغز شریعت اُس پر کھولا جاتا ہے اور بعینہ انبیا
کی طرح مامور ہو کر آتا ہے اور انبیا کی طرح اُس پر فرض ہوتا ہے کہ اپنے تئین باواز بلند ظاہر کرے
اور اُس سے انکار کرنیوالا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھہرتا ہے اور نبوت کے معنے بجز اسکے
اور کچھہ نہین کہ امور متذکرہ بالا اُس مین پائے جائین۔

اور اگر یہ عذر پیش ہو کہ باب نبوت مسدود ہے اور وحی جو انبیا پر نازل ہوتی ہے اُس پر مُہر
لگ چکی ہے مین کہتا ہون کہ نہ من کل الوجوہ باب نبوت مسدود ہوا ہے اور نہ ہر یک طور سے وحی
پر مہر لگائی گئی ہے بلکہ جزئی طور پر وحی اور نبوت کا اس اُمت مرحومہ کے لئے ہمیشہ دروازہ کھلا ہے
مگر اس بات کو بحضور دل یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ نبوت جسکا ہمیشہ کے لئے سلسلہ جاری رہیگا نبوت
تامہ نہین ہے بلکہ جیسا کہ مین ابھی بیان کر چکا ہون وہ صرف ایک جزئی نبوت ہے جو دوسرے
لفظوں مین محدثیت کے اسم سے موسوم ہے جو انسان کامل کے اقتدا سے ملتی ہے جو
مستجمع جمیع کمالات نبوت تامہ ہے۔ یعنے ذات ستودہ صفات حضرت سیدنا و مولانا محمد
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فاعلم ارشدک اللہ تعالیٰ ان النبی محدث والمحدث نبی

باعتبار حصول نوع من انواع النبوت وقد قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لم یبق من النبوت الا المبشرات ای لم یبق من انواع النبوت الا نوع واحد وهی المبشرات من اقسام الرویا الصادقة والمکاشفات الصحیحة والوحی الذی ینزل علی خواص الاولیاء والنور الذی یتجلی علی قلوب قوم موجع۔ فانظر ایها الناقد البصیر الفهیم من هذا اسد باب النبوة علی وجه کلی بل الحدیث یدل علی ان النبوت التامة الحاملة لوحی الشریعة قد انقطعت ولکن النبوة التی لیس فیها الا المبشرات فهی باقیة الی یوم القیامة لا انقطاع لها ابداً۔ وقد علمت وقرات فی کتب الحدیث ان الرویا الصالحة جزء من ستة واربعین جزء من النبوة ای من النبوة التامة فلما کان للرویا نصیباً من هذه المرتبة فکیف الکلام الذی یوحی من الله تعالی الی قلوب المحدثین فاعلم ایدک الله ان حاصل کلامنا ان ابواب النبوة الجزئیة مفتوحة ابداً ولیس فی هذا النوع الا المبشرات او المنذرات من الامور الغیبة او اللطائف القرانیة والعلوم اللدنیة۔ واما النبوة التی تامة کاملة جامعة لجمیع کمالات الوحی فقد آمنا بانقطاعها من یوم نزل فیه۔ وما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول الله وخاتم النبین۔ اگر یہ استفسار ہو کہ جس خاصیت اور قوت روحانی مین یہ عاجز اور مسیح بن مریم مشابہت رکھتے ہین وہ کیا شے ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ ایک مجموعی خاصیت ہے جو ہم دونون کے روحانی قویٰ مین ایک خاص طور پر رکھی گئی ہے جس کے سلسلہ کی ایک طرف نیچے کو اور ایک طرف اوپر کو جاتی ہے۔ نیچے کی طرف سے مراد وہ اعلیٰ درجہ کی دلسوزی اور غمخواری خلق اللہ ہے جو داعی الی اللہ اور اس کے مستعد شاگردون مین ایک نہایت مضبوط تعلق اور جوڑ بخش کر نورانی قوت کو جو داعی الی اللہ کے نفس پاک مین موجود ہے اُن تمام سرسبز شاخون مین پھیلاتی ہے۔ اوپر کیطرف سے مراد وہ اعلیٰ درجہ کی محبت قوی ایمان سے ملی ہوئی ہے جو اول بندہ کے دل مین بارادہ الٰہی پیدا ہو کر رب قدیر کی محبت کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور پھر اُن دونون محبتون کے ملنے سے جو درحقیقت نر اور مادہ کا حکم رکھتی ہین ایک مستحکم رشتہ اور ایک شدید مواصلت خالق اور مخلوق مین پیدا ہو کر الٰہی محبت کے چمکنے والی آگ سے جو مخلوق کی ہیزم مثال محبت کو پکڑ لیتی ہے ایک تیسری چیز پیدا ہو جاتی ہے جس کا نام روح القدس ہے سو اس درجہ کے انسان کی روحانی

پیدایش اُس وقت سے سمجھی جاتی ہے جب کہ خدا تعالی اپنے ارادہ خاص سے اُس مین اس طور کی محبت پیدا کر دیتا ہے اور اس مقام اور اس مرتبہ کی محبت مین بطور استعارہ یہ کہنا بیجا نہین ہے کہ خدا تعالی کی محبت سے بھری ہوئی روح اس انسانی روح کو جو بارادہ الہی اب محبت سے بھر گئی ہی ایک نیا تولد بخشتی ہے اسی وجہ سے اس محبت کی بھری ہوئی روح کو خدا تعالی کی روح سے جو نافخ المحبت ہی استعارہ کے طور پر ابنیت کا علاقہ ہوتا ہے اور چونکہ روح القدس ان دونون کے ملنے سے انسان کے دل مین پیدا ہوتی ہے اس لئے کہہ سکتے ہین کہ وہ اُن دونون کیلئے بطور ابن ہے اور یہی پاک تثلیث ہے جو اس درجہ محبت کے لئے ضروری ہے جسکو ناپاک طبیعتون نے مشرکانہ طور پر سمجھ لیا ہے اور ذرہ امکان کو جو ہالکۃ الذات باطلۃ الحقیقت ہی حضرت اعلی واجب الوجود کے ساتھ برابر ٹہرا دیا ہے۔

لیکن اگر اس جگہ یہ استفسار ہو کہ اگر یہ درجہ اس عاجز اور مسیح کے لئے مسلّم ہے تو پھر جناب سیدنا مولانا سیدّ الکل و افضل الرسل حضرت خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کے لئے کونسا درجہ باقی ہے سو واضح ہو کہ وہ ایک اعلی مقام اور برتر مرتبہ ہے جو اُسی ذات کامل الصفات پر ختم ہوگیا ہے جسکی کیفیت کو پہنچنا ہی کسی دوسرے کا کام نہین چہ جائیکہ وہ کسی اور کو حاصل ہو سکے۔

شان احمد را کہ داند جز خداوند کریم ۔۔۔ آنچنان از خود جدا شد کز میان افتاد میم
زان نمط شد محو دلبر کز کمال اتحاد ۔۔۔ پیکر او شد سراسر صورت رب رحیم
بوئے محبوب حقیقی میدہد زان روئے پاک ۔۔۔ ذات حقانی صفاتش مظہر ذات قدیم
گرچہ منسوبم کند کس سوئے الحاد و ضلال ۔۔۔ چون دل احمد نمے بینم دگر عرشے عظیم
منت ایزد را کہ من بر رغم اہل روزگار ۔۔۔ صد بلا را میخرم از ذوق آن عین النعیم
از عنایات خدا و از فضل آن دادار پاک ۔۔۔ دشمن فرعونیانم بہر عشق آن کلیم
آن مقام و رتبت خاصش کہ بر من شد عیان ۔۔۔ گفتمے گر دیدمے طبعی درین راہے سلیم
در رہ عشق محمد این سر و جانم رود ۔۔۔ این تمنا این دعا این در دلم عزم صمیم

اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے درجہ عالیہ کی شناخت کے لئے اس قدر لکھنا ضروری ہے کہ مراتب قرب و محبت باعتبار اپنی روحانی درجات کے تین قسم پر منقسم ہین سب سے ادنی

درجہ جو درحقیقت وہ بھی بڑا ہے یہ ہے کہ آتش محبت الٰہی لوح قلب انسان کو گرم تو کرے اور ممکن ہے کہ ایسا گرم کرے کہ بعض آگ کے کام اُس محرور سے ہو سکین لیکن یہ کسر باقی رہ جائے کہ اُس متاثر مین آگ کی چمک پیدا نہ ہو اس درجہ کی محبت پر جب خدا تعالیٰ کی محبت کا شعلہ واقع ہو تو اس شعلہ سے جس قدر روح مین گرمی پیدا ہوتی ہے اُس کو سکینت و اطمینان اور کبھی فرشتہ و ملک کے لفظ سے بھی تعبیر کرتے ہین۔

دوسرا درجہ محبت کا وہ ہے جو ہم اوپر بیان کر چکے ہین جسمین دونون محبتون کے ملنے سے آتش محبت الٰہی لوح قلب انسان کو اس قدر گرم کرتی ہے کہ اُس مین آگ کی صورت پر ایک چمک پیدا ہو جاتی ہے لیکن اُس چمک مین کسی قسم کا اشتعال یا بھڑک نہین ہوتی فقط ایک چمک ہوتی ہے جسکو روح القدس کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

تیسرا درجہ محبت کا وہ ہے جس مین ایک نہایت افروختہ شعلہ محبت الٰہی کا انسانی محبت کے مستعد فتیلہ پر پڑ کر اُسکو افروختہ کر دیتا ہے اور اُس کے تمام اجزا اور تمام رگ و ریشہ پر استیلا پکڑ کر اپنے وجود کا اتم اور اکمل مظہر اُسکو بنا دیتا ہے اور اس حالت مین آتش محبت الٰہی لوح قلب انسان کو نہ صرف ایک چمک بخشتی ہے بلکہ معاً اُس چمک کے ساتھ تمام وجود بھڑک اُٹھتا ہے اور اُس کی لوئین اور شعلے اِرد گرد کو روز روشن کی طرح روشن کر دیتے ہین اور کسی قسم کی تاریکی باقی نہین رہتی اور پورے طور پر اور تمام صفات کاملہ کے ساتھ وہ سارا وجود آگ ہی آگ ہو جاتا ہے اور یہ کیفیت جو ایک آتش افروختہ کی صورت پر دونون محبتون کے جوڑ سے پیدا ہو جاتی ہے اسکو روح امین کے نام سے بولتے ہین کیونکہ یہ ہر یک تاریکی سے امن بخشتی ہے اور ہر یک غبار سے خالی ہے اور اس کا نام شدید القویٰ بھی ہے کیونکہ یہ اعلیٰ درجہ کی طاقت وحی ہے جس سے قوی تر وحی متصور نہین اور اس کا نام ذو الافق الاعلیٰ بھی ہے کیونکہ یہ وحی الٰہی کے انتہائی درجہ کی تجلی ہے اور اس کو رأی ما رأی کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے کیونکہ اس کیفیت کا اندازہ تمام مخلوقات سے قیاس اور گمان اور وہم سے باہر ہے اور یہ کیفیت صرف دنیا مین ایک ہی انسان کو ملی ہے جو انسان کامل ہے جسپر تمام سلسلہ انسانیہ کا ختم ہو گیا ہے۔ اور دائرہ استعدادات بشریہ کا کمال کو پہنچا ہے اور وہ درحقیقت پیدایش الٰہی کے خط ممتد کی اعلیٰ طرف کا آخری نقطہ ہے۔ جو ارتفاع کے تمام مراتب کا انتہا ہے حکمت الٰہی کے ہاتھ نے ادنیٰ سی ادنیٰ خلقت سے اور اسفل سے اسفل

مخلوق سے سلسلہ پیدایش کا شروع کر کے اُس اعلیٰ درجہ کے نقطہ تک پہنچا دیا ہے جسکا نام دوسرے لفظون مین محمد ہے صلی اللہ علیہ وسلم جس کے معنے یہ ہین کہ نہایت تعریف کیا گیا ہے یعنے کمالات تامہ کا مظہر سو جیسا کہ فطرت کے رو سے اُس نبی کا اعلیٰ اور ارفع مقام تھا ایسا ہی خارجی طور پر بھی اعلیٰ وارفع مرتبہ وحی کا اُسکو عطا ہوا اور اعلیٰ وارفع مقام محبت کا ملا یہ وہ مقام عالی ہے کہ مین اور مسیح دونون اس مقام تک نہین پہنچ سکتے اس کا نام مقام جمع اور مقام وحدت تامہ ہے پہلے نبیون نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خبر دی ہے اسی پتہ ونشان پر خبر دی ہے اور اسی مقام کی طرف اشارہ کیا ہے اور جیسا مسیح اور اس عاجز کا مقام ایسا ہے کہ اس کو استعارہ کے طور پر ابنیت کے لفظ سے تعبیر کر سکتے ہین ایسا ہی یہ وہ مقام عالیشان مقام ہے کہ گذشتہ نبیون نے استعارہ کیطور پر صاحب مقام ہذا کے ظہور کو خدا تعالیٰ کا ظہور قرار دیدیا ہے اور اُس کا آنا خدا تعالیٰ کا آنا ٹھہرایا ہے جیسا کہ حضرت مسیح نے بھی ایک مثال کو پیش کر کے فرمایا ہے کہ انگورستان کا پھل لینے کیلئے اول باغ کے مالک نے (جو خدا تعالیٰ ہے) اپنے نوکرون کو بھیجا یعنے ابتدائی کے قرب والون کو جس سے مراد وہ تمام صلحا ہین جو حضرت مسیح کے زمانہ مین اور اسی صدی مین مگر کسیقدر اُن سے پہلے آئے - پھر جب باغبانون نے باغ کا پھل دینے سے انکار کیا تو باغ کے مالک نے تاکید کے طور پر اپنے بیٹے کو انکی طرف روانہ کیا تا اُس کو بیٹا سمجھکر باغ کا پھل اُس کے حوالہ کرین بیٹے سے مراد اس جگہ مسیح ہے جنکو دوسرا درجہ قرب اور محبت کا حاصل ہے مگر باغبانون نے اُس بیٹے کو بھی باغ کا پھل نہ دیا بلکہ اپنی زعم مین اُسے قتل کر دیا بعد اس کے حضرت مسیح فرماتے ہین کہ اب باغ کا مالک خود آئیگا یعنے خدا تعالیٰ خود ظہور فرمائیگا تا باغبانون کو قتل کر کے باغ کو ایسے لوگون کو دیدے کہ اپنے وقت پر پھل دیدیا کرین اس جگہ خدا تعالیٰ کے آنے سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا آنا ہے جو قرب اور محبت کا تیسرا درجہ اپنے لئے حاصل رکھتے ہین ۔ اور یہ سب

تنبیہ ✽ ہمارے سید ومولیٰ جناب مقدس خاتم الانبیا کی نسبت صرف حضرت مسیح نے ہی بیان نہین کیا کہ آنجناب کا دنیا مین تشریف لانا درحقیقت خدا تعالیٰ کا ظہور فرمانا ہے بلکہ اس طرز کا کلام دوسرے نبیون نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق مین اپنی اپنی پیشگوئیون مین بیان کیا ہے اور استعارہ کے طور پر آنجناب کے ظہور کو خدا تعالیٰ کا ظہور قرار دیا ہے بلکہ بوجہ خدائی

روحانی مراتب ہین کہ جو استعارہ کے طور پر مناسب حال الفاظ مین بیان کئے گئے ہین
یہ نہین کہ حقیقی ابنیت اس جگہہ مراد ہے یا حقیقی الوہیت مراد لی گئی ہے۔

اس جگہ اسبات کا بیان کرنا بھی بے موقعہ نہ ہوگا کہ جو کچھہ ہمنے روح القدس اور روح
الامین وغیرہ کی تعبیر کی ہے یہ درحقیقت اُن عقاید سے جو اہل اسلام ملایک کی نسبت رکھتے
ہین منافی نہین ہے کیونکہ محققین اہل اسلام ہرگز اس بات کے قائل نہین کہ ملایک اپنے
شخصی وجود کے ساتھ انسانون کی طرح پیرون سے چلکر زمین پر اُترتے ہین اور یہ خیال بہ بداہت
باطل بھی ہے۔ کیونکہ اگر یہی ضرور ہوتا کہ ملایک اپنی اپنی خدمات کی بجا آوری کے لئے اپنی
اصل وجود کے ساتھ زمین پر اُترا کرتے تو پھر اُنسے کوئی کام انجام پذیر ہونا بغایت درجہ محال
تھا مثلاً فرشتہ ملک الموت جو ایک سکینڈ مین ہزارہا ایسے لوگون کی جانین نکالتا ہے جو مختلف
بلاد و امصار مین ایک دوسرے سے ہزارون کوسون کے فاصلہ پر رہتے ہین اگر ہر یک کے
لیئے اس بات کا محتاج ہو کر اول پیرون سے چلکر اُس کے ملک اور شہر اور گھر مین جاوے
اور پھر اتنی مشقت کے بعد جان نکالنے کا اُسکو موقعہ ملے تو ایک سیکنڈ کیا اتنی بڑی کارگذاری

بقیہ حاشیہ

کے مظہر اتم ہونے کے آنجناب کو خدا کر کے پکارا ہے چنانچہ حضرت داؤد کے زبور مین لکھا ہے
تو حُسن مین بنی آدم سے کہین زیادہ ہے تیرے لبون مین نعمت بٹائی گئی اس لیئے خدا نے تجھہ
کو ابد تک مبارک کیا یعنے تو خاتم الانبیا ٹھہرا اے پہلوان تو جاہ و جلال سے اپنی تلوار حمائل
کر کے اپنی ران پر لٹکا امانت اور حلم اور عدالت پر اپنی بزرگواری اور اقبالمندی سے سوار
ہو کر تیرا دہنا ہاتھہ تجھے ہیبت ناک کام دکھائیگا۔ بادشاہ کے دشمنون کے دلون مین تیرے
تیر تیزی کرتے ہین لوگ تیرے سامنے گر جاتے ہین اے خدا تیرا تخت ابد الآباد ہے
تیری سلطنت کا آثار راستی کا عصا ہے تو نے صدق سے دوستی اور شر سے دشمنی کی
ہے اسی لئے خدا نے جو تیرا خدا ہے خوشی کے روغن سے تیرے مصاحبون سے زیادہ
تجھے معطر کیا ہے دیکھو زبور ۴۵

اب جاننا چاہیئے کہ زبور کا یہ فقرہ کہ اے خدا تیرا تخت ابد الآباد ہے تیری سلطنت کا عصا
راستی کا عصا ہے یہ محض بطور استعارہ ہے جس سے غرض یہ ہے کہ جو روحانی طور پر
شان محمدی ہے اُس کو ظاہر کر دیا جائے۔ پھر یسعیاہ نبی کی کتاب مین بھی ایسا ہی لکھا ہے چنانچہ

کے لئے تو کوئی جہینے کی مہلت بہی کافی نہین ہو سکتی کیا یہ ممکن ہے کہ ایک شخص النسانون کی طرح حرکت کرکے ایک طرفۃ العین کے یا اُس کے کم عرصہ مین تمام جہان گہوم کر چلا آوے ہرگز نہین بلکہ فرشتے اپنے اصلی مقامات سے جو اُنکے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہین ایک ذرہ کے برابر بہی آگے پیچہے نہین ہوتے جیسا کہ خدا تعالیٰ اُنکی طرف سے قرآن شریف مین فرماتا ہے۔ وما منا الا لہ مقام معلوم وانا لنحن الصافون۔ سورۃ صافات جزو ۲۳۔ پس اصل بات یہ ہے کہ جس طرح آفتاب اپنے مقام پر ہے اور اُسکی گرمی و روشنی زمین پر پہیلکر اپنے خواص کے موافق زمین کی ہر یک چیز کو فایدہ پہنچاتی ہے اسیطرح روحانیات سماویہ خواہ اونکو

اُسکی عبارت یہ ہے دیکہو میرا بندہ جسے مین سنبہالون گا میرا برگزیدہ جس سے میرا جی راضی ہے مین نے اپنی روح اُس پر رکہی وہ قومون پر راستی ظاہر کریگا وہ نچلا نہ بیٹہیگا اور اپنی صدا بلند نہ کریگا اور اپنی آواز بازارون مین نہ سنائیگا وہ مسلے ہوئے سینٹہے کو نہ توڑیگا اور سن کو جس سے دہوان اُٹہتا ہے نہ بجہائیگا جب تک کہ راستی کو امن کے ساتہ ظاہر نہ کرے وہ نہ گہٹیگا نہ تہکے گا جب تک کہ راستی کو زمین پر قایم نہ کرے اور جزیرے اُس کی شریعت کے منتظر ہو وین .... خداوند خدا ایک بہادر کی مانند نکلیگا وہ جنگی مرد کی مانند اپنی غیرت کو اُسکائیگا۔ الخ اب جاننا چاہیئے کہ یہ فقرہ کہ خداوند خدا ایک بہادر کی مانند نکلیگا یہ بہی بطور استعارہ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پُر ہیبت ظہور کا اظہار کر رہا ہے دیکہو یسعیاہ نبی کی کتاب باب ۴۲ - اور ایسا ہی اور کئی نبیون نے بہی اسی استعارہ کو اپنی پیش گوئیون مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مین استعمال کیا ہے مگر چونکہ اُن سب مقامات کے لکہنے سے طول ہو جاتا ہے اس لئے بالفعل اسیقدر پر کفایت کرتا ہون اور مین نے جو اس جگہہ تین مراتب قرب اور محبت کے لکہہ کر تیسرا مرتبہ کہ جو بزرگترین مراتب ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت کیا ہے یہ میری طرف سے ایک اجتہادی خیال نہین بلکہ الہامی طور پر خدا تعالیٰ نے مجہہ پر کہولدیا ہے - منہ

یونانیون کے خیال کے موافق نفوس فلکیہ کہین یا وساتیر اور وید کی اصطلاحات کے موافق
ارواح کواکب سے اُنکو نامزد کرین یا نہایت سیدہ ہے اور موحدانہ طریق سے ملایک اللہ کا
اُنکو لقب دین ۔ درحقیقت یہ عجیب مخلوقات اپنے اپنے مقام مین مستقر اور قرار گیر ہے
اور بحکمت کاملہ خداوند تعالی زمین کی ہریک مستعد چیز کو اُس کے کمال مطلوب تک پہنچانی
نکے لئیے یہ روحانیات خدمت مین لگی ہوئیے ہین ظاہری خدمات
بھی بجالاتے ہین اور باطنی بھی جیسے ہمارے اجسام اور ہماری تمام ظاہری
قوتون پر آفتاب اور ماہتاب اور دیگر سیارون کا اثر ہے ایساہی ہمارے دل اور دماغ
اور ہماری تمام روحانی قوتون پر یہ سب ملائک ہماری مختلف استعدادونکے موافق اپنا
اپنا اثر ڈال رہی ہین جو چیز کسی عمدہ جوہر بننے کی اپنے اندر قابلیت رکھتی ہے وہ اگرچہ خاک کا
ایک ٹکڑا ہے یا پانی کا وہ قطرہ جو صدف مین واخل ہوتا ہے یا پانی کا وہ قطرہ جو رحم مین پڑتا
ہے وہ اُن ملائک اللہ کی روحانی تربیت سے لعل اور الماس اور یاقوت اور نیلم وغیرہ
یا نہایت درجہ کا آبدار اور وزنی موتی یا اعلی درجہ کے دل اور دماغ کا انسان بنجاتا ہے۔
وساتیر جسکو مجوسی لوگ الہامی مانتے ہین جسنے اپنی مدت ظہور کی وہ لمبی تاریخ بتلائی ہے جسکا
کروڑوان حصہ بہی وید کی مدت ظہور کی نسبت بیان نہین کیا گیا یعنے وید کی نسبت توصرف
ایک ارب چہیانوین کروڑ مدت ظہور محض دوسرون کے وہم اور گمان سے قرار دیگئی ہی
مگر وساتیر تین سنکہہ سے کچہہ زیادہ اپنی مدت ظہور آپ بیان کرتا ہے بلکہ یہ تو ہمنے ڈرتے
ڈرتے لکہا ہے وہان تو سنکہونکی حد سے زیادہ تین صفر اور بہی درمیان ہین۔ یہ کتاب
اِن روحانیات کو جو کواکب اور سموات سے تعلق رکہتی ہین نہ صرف ملایک قرار دیتی ہے
بلکہ اُنکی پرستش کے لئیے ہی تاکید کرتی ہے ایساہی وید بہی اُن روحانیات کو صرف
وسایط اور درمیانی خدمتگذار نہین مانتا بلکہ جابجا اُنکی استت اور مہما کرتا ہے اور ان سے
مرادین مانگنے کی تعلیم دیتا ہے اور ممکن ہے کہ ان کتابون مین تحریف اور الحاق کے طور

حاشیہ ۔ ملایک اس معنے سے ملایک کہلاتے ہین کہ وہ ملاک اجرام سماویہ اور ملاک اجسام
الارض ہین یعنے اُنکے قیام اور بقا کے لئیے روح کیطرح ہین اور نیز اس معنے سے
بہی ملایک کہلاتے ہین کہ وہ رسولون کا کام دیتے ہین ۔ منہ

پر یہ پر کفر تعلیمین زاید کیگئی ہون جیسی ویدمین اور بہی بہت سی بیجا تعلیمین پائی جاتی ہین مثلاً یہ تعلیم کہ اس جہان کا کوئی خالق نہین ہے اور ہر ایک چیز اپنے اصل مادہ اور اصل حیات کے رُو سے قدیم اور واجب الوجود اور اپنے وجود کی آپ ہی خدا ہے یا یہ تعلیم کہ کسی وجود کو تناسخ کے منحوس چکر سے کبہی اور کسی زمانہ مین مخلصی حاصل ہوہی نہین سکتی یا یہ تعلیم کہ ایک شوہردار عورت اولاد نرینہ نہ ہونے کی حالت مین کسی غیر آدمی سے ہم بستر ہو سکتی ہے تا اُس سے اولاد حاصل کرے یا یہ تعلیم کہ بڑے بڑے مقدس لوگ بہی گو وید کے ہی رشی کیون نہ ہوں جن پر چاروں وید اُترے ہون ہمیشہ کی نجات کبہی نہین پا سکتے اور نہ لازمی طور پر ہمیشہ بزرگوار اور عزت کے ساتھ یاد کرنے کے لایق ٹہر سکتے ہین بلکہ ممکن ہے کہ تناسخ کے چکر مین اگر اور اور جانداروں کی طرح کچہہ کا کچہہ بن جائین بلکہ شاید بن گئے ہون اور اُنکے زعم مین خواہ کوئی انسان اوتاروں سے بہی زیادہ مرتبہ رکھتا ہو یا وید کے رشیون سے بہی بڑہ کر ہو اُس کے لئے ممکن بلکہ قانون قدرت کی رو سے ضروری پڑا ہوا ہے کہ کسی وقت وہ کیڑا مکوڑا یا نہایت مکروہ اور قابل نفرت جانور بلکہ کسی خسیس مخلوق کی نوع مین جنم لیوے - یہ سب باطل تعلیمین ہین جو انسانون کے رذیل خیالات نے ایجاد کی ہین اور جن لوگون نے یہ تمام بے شرمی کے کام اور دور از عزت انتقالات اپنی ہی نوع بلکہ اپنے بزرگون اور پیشواؤن کے لئے جایز رکھے ہین اونہوں نے یہ بھی جایز رکھلیا کہ کواکب کی روحون سے مرادین مانگی جائین اونکی ایسی پرستش کیجائے جیسے خدا تعالیٰ کی کرنی چاہئے لیکن قرآن شریف جو ہر یک طور سے توحید اور تہذیب کی راہ کہولتا ہے اُس نے ہرگز روا نہین رکھا کہ اُس کے ساتھ کسی مخلوق کی پرستش ہو یا اسکی ربوبیت کی قدرت صرف ناقص اور ناکارہ طور پر تسلیم کرین اور اسکو ہر یک چیز کا مبدء اور سرچشمہ نہ ٹہرائین یا کوئی اور بے شرمی کا کام اپنے طریق معاشرت مین داخل کرلین -

اب پھر مین ملایک کے ذکر کیطرف عود کر کے کہتا ہون کہ قرآن شریف نے جس طرز سے ملایک کا حال بیان کیا وہ نہایت سیدہی اور قریب قیاس راہ ہے اور بجز اُس کے ماننے کے انسان کو کچہہ بن نہین پڑتا قرآن شریف پر بدیدہ تعمق غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان بلکہ جمیع کائنات الارض کی تربیت ظاہری و باطنی کے لئے بعض وسایط کا ہونا ضروری ہے اور بعض بعض اشارات قرآنیہ سے نہایت صفائی سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض وہ نفوس طیبہ جو ملایک کے موسوم ہین اُنکے تعلقات طبقات سماویہ سے الگ الگ

ہین بعض اپنی تاثیرات خاصہ سے ہوا کے چلانے والے اور بعض مینہہ کے برسانیوالے اور بعض
بعض اور تاثیرات کو زمین پر اوتارنے والے ہین پس اسمین کچھ شک نہین کہ بوجہ مناسبت
نوری وہ نفوس طیبہ اُن روشن اور نورانی ستارون سے تعلق رکھتے ہونگے کہ جو آسمانون
مین پائے جاتے ہین مگر اس تعلق کو ایسا نہین سمجھنا چاہیئے کہ جیسے زمین کا ہر یک جاندار اپنی
اندر جان رکھتا بلکہ اُن نفوس طیبہ کو بوجہ مناسبت اپنی نورانیت اور روشنی کے جو روحانی طور
پر اُنہین حاصل ہے روشن ستارون کے ساتھ ایک مجہول الکنہ تعلق ہے اور ایسا شدید تعلق
ہے کہ اگر اُن نفوس طیبہ کا اُن ستارون سے الگ ہونا فرض کر لیا جائے تو پھر اُن کے تمام قوی
مین فرق پڑ جائیگا اُنہین نفوس کے پوشیدہ ہاتھ کے زور سے تمام ستارے اپنے
اپنے کام مین مصروف ہین اور جیسے خدا تعالی تمام عالم کے لئے بطور جان کے ہے ایسا
ہی (مگر اس جگہ تشبیہ کامل مراد نہین) وہ نفوس نورانیہ کواکب اور سیارات کے لئے
جان کا ہی حکم رکہتے ہین اور اُنکے جدا ہو جانے سے اُنکی حالت وجودیہ مین بکلی فساد راہ پا جانا
لازمی و ضروری امر ہے اور اجتک کسی نے اس امر مین اختلاف نہین کیا کہ جس قدر آسمانون
مین سیارات اور کواکب پائے جاتے ہین وہ کائنات الارض کی تکمیل و تربیت کے لئے
ہمیشہ کام مین مشغول ہین غرض یہ نہایت سچی ہوئی اور ثبوت کے چرخ پر چڑھی ہوئی صداقت
ہے کہ تمام نباتات اور جمادات اور حیوانات پر آسمانی کواکب کا دن رات اثر پڑ رہا ہے اور جاہل
سے جاہل ایک دہقان بھی اس قدر تو ضرور یقین رکھتا ہوگا کہ چاند کی روشنی پہلون کے
موٹا کرنے کے لئے اور سورج کی دہوپ اُنکو پکانے اور شیرین کرنیکے لئے اور بعض ہوائین
بکثرت پہل آنے کے لئے بلاشبہہ موثر ہین اب جبکہ ظاہری سلسلہ کائنات کا ان چیزون
کی تاثیرات مختلفہ سے تربیت پا رہا ہے تو اسمین کیا شک ہو سکتا ہے کہ باطنی سلسلہ پر
بھی باذنہ تعالی وہ نفوس نورانیہ اثر کر رہی ہین جنکا اجرام نورانیہ سے ایسا شدید تعلق ہے
کہ جیسے جان کو جسم سے ہوتا ہے۔

اب اس کے بعد یہ بھی جاننا چاہیئے کہ اگرچہ بظاہر یہ بات نہایت دور از ادب
معلوم ہوتی ہے کہ خدائے تعالی اور اُس کے مقدس نبیون مین افاضہ انوار وحی کے لئے
کوئی اور واسطہ تجویز کیا جائے لیکن ذرا غور کرنے سے بخوبی سمجھہ آجائیگا کہ اس مین کوئی
سوء ادب کی بات نہین بلکہ سراسر خدا تعالی کے اُس عام قانون قدرت کے مطابق ہی

جو دنیا کے ہر یک چیز کے متعلق کہلے کہلے طور پر مشہود و محسوس ہو رہا ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہین کہ انبیا علیہم السلام بھی اپنے ظاہری جسم اور ظاہری قویٰ کے لحاظ سے انھین وسایط کے محتاج ہین اور نبی کی آنکھ بھی گو کیسی ہی نورانی اور بابرکت آنکھ ہے مگر پھر بھی عوام کی آنکھون کی طرح آفتاب یا اُس کے کسی دوسرے قایم مقام کے بغیر کچھہ دیکھہ نہین سکتے اور بغیر توسط ہوا کے کچھہ سن نہین سکتے لہذا یہ بات بھی ضروری طور پر ماننی پڑتی ہے کہ نبی کی روحانیت پر بھی ان سیارات کے نفوس نورانیہ کا ضرور اثر پڑتا ہوگا بلکہ سب سے زیادہ اثر پڑتا ہوگا کیونکہ جسقدر استعداد صافی اور کامل ہوتی ہے اُسیقدر اثر بھی صافی اور کامل طور پر پڑتا ہے۔

قرآن شریف سے ثابت ہے کہ یہ سیارات اور کواکب اپنے اپنے قالبون کے متعلق ایک ایک روح رکھتے ہین جنکو نفوس کواکب سے بھی نامزد کر سکتے ہین اور جیسے کواکب اور سیارون مین باعتبار اُنکے قالبون کے طرح طرح کے خواص پائے جاتے ہین جو زمین کی ہر یک چیز پر حسب استعداد اثر ڈال رہی ہین ایسا ہی اُنکے نفوس نورانیہ مین بھی انواع اقسام کے خواص ہین جو باذن حکیم مطلق کائنات الارض کے باطن پر اپنا اثر ڈالتے ہین اور یہی نفوس نورانیہ کامل بندون پر بشکل جسمانی متشکل ہوکر ظاہر ہو جاتے ہین اور بشری صورت سے متمثل ہوکر دکھائی دیتے ہین۔ اور یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ تقریر از قبیل خطابیات نہین بلکہ یہ وہ صداقت ہے جو طالب حق اور حکمت کو ضرور ماننی پڑیگی۔ کیونکہ جب ہمین ماننا پڑتا ہے کہ ضرور کائنات الارض کی تربیت اجرام سماویہ کی طرف سے ہو رہی ہے اور جہان تک ہم بطور استقراء اجسام ارضیہ پر نظر ڈالتے ہین اس تربیت کے آثار ہر یک جسم پر خواہ وہ نباتات مین سے ہے خواہ جمادات مین سے خواہ حیوانات مین سے ہے بدیہی طور پر ہمین دکھائی دیتے ہین پس اس صریح تجربہ کے ذریعہ سے ہم اس بات کے ماننے کے لیئے بھی مجبور ہین کہ روحانی کمالات اور دل اور دماغ کی روشنی کا سلسلہ بھی جہانتک ترقی کرتا ہے بلاشبہ ان نفوس نورانیہ کا اُسمین بھی دخل ہے اسی دخل کی رو سے شریعت غرانی استعارہ کے طور پر اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولون مین ملائک کا واسطہ ہونا ایک ضروری امر ظاہر فرمایا ہے جس پر ایمان لانا ضروریات دین مین سے گردانا گیا ہے جن لوگون نے اپنی نہایت مکروہ نادانی سے اس الہی فلسفہ کو نہین سمجھا جیسے آریہ مذہب والے یا برہمو مذہب والے اُنہون نے جلدی سے بباعث اپنی بیوجہ تخیل اور تعصب

کے جو اُن کے دلون مین بھرا ہوا ہے تعلیم فرقانی پر یہ اعتراض جڑ دیا کہ وہ اللہ اور اُس کے
رسولون مین ملائک کا واسطہ ضروری ٹھہراتا ہے اور اسبابت کو نہ سمجھا اور نہ خیال کیا کہ
خدا تعالی کا عام قانون تربیت جو زمین پر پایا جاتا ہے اسی قاعدہ پر مبنی ہے ہندون کے
رشی جن پر بقول ہندؤن کے چارون وید نازل ہوئے کیا وہ اپنی جسمانی قوی کے ٹھیک
ٹھیک طور پر قایم رہنے مین تاثیرات اجرام سماویہ کے محتاج نہین تھے کیا وہ بغیر آفتاب
کی روشنی کے صرف آنکھون کی روشنی سے دیکھنے کا کام لے سکتے تھے یا بغیر ہوا کے ذریعہ
کے کسی آواز کو سُن سکتے تھے تو اس کا جواب بدیہی طور پر یہی ہوگا کہ ہرگز نہین بلکہ وہ بھی اجرام
سماویہ کی تربیت اور تکمیل کے بہت محتاج تھے ہندؤن کے ویدون نے ان ملائک
کے بارے مین کہان انکار کیا ہے بلکہ اُنہون نے تو اِن وسایط کے ماننے اور قابل قدر
جاننے مین بہت ہی غلو کیا ہے یہانتک کہ خدا تعالے کے درجہ سے اُنکا درجہ برابر ٹھہرا دیا ہے
ایک رگ وید پر ہی نظر ڈالکر دیکھو کہ کس قدر اسمین اجرام سماویہ اور عناصر کی پرستش موجود ہی
اور کیسی اُنکی استت اور مہاج اور ثنا مین ورقون کے ورق سیاہ کر دیئے ہین اور کس عاجزی
اور گڑگڑانے سے اُن سے دعائین مانگی گئی ہین جو قبول ہی نہین ہوئین مگر شریعت فرقانی
مین تو ایسا نہین کیا بلکہ اُن نفوس نورانیہ کو جو اجرام سماویہ سے یا عناصر یا دُخانات سے ایسا تعلق
رکھتے ہین جیسے جان کا جسم سے تعلق ہوتا ہے صرف ملایک یا جنات کے نام سے موسوم کیا
ہے اور اُن نورانی فرشتون کو جو نورانی ستارون اور سیارون پر اپنا مقام رکھتے ہین اپنی
ذات پاک مین اور اپنے رسولون مین ایسے طور کا واسطہ نہین ٹھہرایا جس کے رو سے اُن
فرشتون کو با اقتدار یا با اختیار مان لیا جاوے۔ بلکہ اُنکو اپنی نسبت ایسا ظاہر فرمایا ہے کہ جیسے
ایک بیجان چیز ایک زندہ کے ہاتھ مین ہوتی ہے جس سے وہ زندہ جس طور سے کام لینا چاہتا ہے
لیتا ہے اسی بنا پر بعض مقامات قرآن شریف مین اجسام کے ہر ایک ذرہ پر بھی ملایک کا
نام اطلاق کر دیا گیا ہے کیونکہ وہ سب ذرات اپنے رب کریم کی آواز سنتے ہین اور وہی کرتے
ہین جو اُنکو حکم دیا گیا ہو مثلاً جو کچھ تغیرات بدن انسان مین مرض کی طرف یا صحت کی طرف ہوتے
ہین اُن تمام مواد کا ذرہ ذرہ خدا تعالی کی مرضی کے موافق آگے پیچھے قدم رکھتا ہے۔
اب ذرا آنکھ کھول کر دیکھ لینا چاہیئے کہ اس قسم کی وسائط کے ماننے مین
جو قرآن شریف مین قرار دیئے گئے ہین کونسا شرک لازم آتا ہے اور خدا تعالی کی شان قدرت مین

مین کونسا فرق آجاتا ہے بلکہ یہ تو اسرار معرفت و دقایق حکمت کی وہ باتین ہین جو قانون قدرت
کے صفحہ صفحہ مین لکہی ہوئی نظر آتی ہین اور بغیر اس انتظام کے ماننے کے خدا تعالی کی قدرت
کاملہ ثابت ہی نہین ہو سکتی اور نہ اُسکی خدائی چل سکتی ہے بہلا جب تک ذرہ ذرہ اُس کا فرشتہ
بنکر اُس کی اطاعت مین نہ لگا ہوا ہو تب تک یہ سارا کارخانہ اُسکی مرضی کے موافق کیونکر چل سکتا
ہے کوئی ہمین سمجہاوے تو سہی اور نیز اگر ملایک سماویہ کے نظام روحانی سے خدا تعالی کی قادرانہ
شان پر کچہہ دہبہ لگ سکتا ہے تو پہر کیا وجہ ہے کہ انہین ملایک کے نظام جسمانی کے ماننے سے
کہ جو نظام روحانی کا بعینہ ہمرنگ و ہمشکل ہی خدا تعالی کی قدرت کاملہ پر کوئی دہبہ نہین لگ سکتا
بلکہ سچ تو یہ ہی کہ آریہ وغیرہ ہمارے مخالفون نے فرط نابینائی سے ایسے ایسے بیجا اعتراضات
کردیئے ہین جن کی اصل بنا بہت سے مشرکانہ حواشی کے ساتہ اُن کے گہر مین ہی موجود ہی
اور ناحق بوجہ اپنی بے بصیرتی کے ایک عمدہ صداقت کو بطالت کی شکل مین سمجہہ لیا ہے۔
چشم بداندیش کہ برکندہ باد ۔ عیب نماید ہنرش در نظر۔ یہ بہی یاد رکہنا چاہیئے کہ اسلامی
شریعت کے رو سے خواص ملایک کا درجہ خواص بشر سے کچہہ زیادہ نہین بلکہ خواص الناس
خواص الملایک سے افضل ہین اور نظام جسمانی یا نظام روحانی مین اُنکا وسایط قرار پانا اُن کی
فضیلت پر دلائل نہین کرتا بلکہ قرآن شریف کی ہدایت کے رو سے وہ خُدام کی طرح اس کام مین
لگائے گئے ہین جیسا کہ اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے۔ وسخر لکم الشمس والقمر یعنے وہ خدا جس نے
سورج اور چاند کو تمہاری خدمت مین لگا رکہا ہے۔ مثلاً دیکہنا چاہیئے کہ ایک چٹھی رسان ایک
شاہ وقت کی طرف سے اس کے کسی ملک کے صوبہ یا گورنر کی خدمت مین چٹہیان پہنچا دیتا ہے
تو کیا اس سے یہ ثابت ہو سکتا ہی کہ وہ چٹھی رسان جو اُس بادشاہ اور گورنر جنرل مین واسطہ ہی گورنر
جنرل سے افضل ہے سو خوب سمجہہ لو یہی مثال اُن وسایط کی ہی جو نظام جسمانی اور روحانی مین قادر
مطلق کے ارادون کو زمین پر پہنچاتے اور اونکی انجام دہی مین مصروف ہین اللہ جل شانہ قرآن
شریف کے کئی مقامات مین بتصریح ظاہر فرماتا ہے کہ جو کچہہ زمین و آسمان مین پیدا کیا
گیا ہے وہ تمام چیزین اپنے وجود مین انسان کی طفیلی ہین یعنے محض انسان کے فایدہ کی
لئے پیدا کی گئی ہین اور انسان اپنے مرتبہ مین سب سے اعلیٰ و ارفع اور سب کا مخدوم ہی جس کی
خدمت مین یہ چیزین لگا دی گئی ہین جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ وسخر لکم الشمس والقمر دائبین
وسخر لکم الیل والنہار و اٰتٰکم من کل ما سالتموہ وان تعدوا نعمت اللہ لا

تحصوھا ۔ ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعًا ۔ اور مسخر کیا تمہارے لیئے سورج
اور چاند کو جو ہمیشہ پہرنے والے ہین یعنے جو باعتبار اپنی کیفیات اور خاصیات کے ایک حالت
پر نہین رہتے مثلاً جو ربیع کے مہینون مین آفتاب کی خاصیت ہوتی ہے وہ خزان کے مہینون مین
ہرگز نہین ہوتی پس اس طور سے سورج اور چاند ہمیشہ پہرتے رہتے ہین کبھی انکی گردش سے
بہار کا موسم آجاتا ہے اور کبھی خزان کا اور کبھی ایک خاص قسم کی خاصیتین اُن سے ظہور
پذیر ہوتی ہین اور کبھی اُس کے مخالف خواص ظاہر ہوتے ہین پہر آگے فرمایا کہ مسخر کیا تمہارے
لیئے رات اور دن کو اور دیا تمکو ہر یک چیز مین سے وہ تمام سامان جسکو تمہاری فطرتون
نے مانگا یعنے اُن سب چیزون کو دیا جن کے تم محتاج تھے اور اگر تم خدا تعالیٰ کی نعمتون کو
گننا چاہو تو ہرگز گن نہین سکوگے وہ وہی خدا ہے جس نے جو کچھ زمین پر ہے تمہارے
فایدہ کے لیئے پیدا کیا ہے اور پہر ایک اور آیت مین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ لقد خلقنا
الانسان فی احسن تقویم ۔ یعنے انسان کو ہم نے نہایت درجہ کے اعتدال پر پیدا
کیا ہے اور وہ اس صفت اعتدال مین تمام مخلوقات سے احسن و افضل ہے اور پہر ایک
اور مقام مین فرماتا ہے کہ انا عرضنا الامانۃ علی السموات والارض والجبال فا
بین ان یحملنہا و اشفقن منہا و حملہا الانسان انہ کان ظلومًا جہولًا ۔
یعنے ہمنے اپنی امانت کو جس سے مراد عشق و محبت الٰہی اور مورد ابتلا ہوکر پہر پوری اطاعت
کرنا ہے آسمان کے تمام فرشتون اور زمین کی تمام مخلوقات اور پہاڑون پر پیش کیا جو بظاہر
قوی ہیکل چیزین تھین سو ان سب چیزون نے اُس امانت کے اُٹہانے سے انکار کر دیا
اور اُس کی عظمت کو دیکھکر ڈر گئین مگر انسان نے اُسکو اُٹہا لیا کیونکہ انسان مین یہ دو خوبیان
تھین ایک یہ کہ وہ خدا تعالیٰ کی راہ مین اپنے نفس پر ظلم کر سکتا تھا ۔ دوسری یہ خوبی کہ وہ
خدا تعالیٰ کی محبت مین اس درجہ تک پہنچ سکتا تہا جو غیر اللہ کو بکلی فراموش کر دے پہر ایک
اور جگہ فرمایا ہے ۔ و اذ قال ربک للملئکۃ انی خالق بشرًا من طین فاذا سویتہ
و نفخت فیہ من روحی فقعوا لہ ساجدین ۔ فسجد الملئکۃ کلہم اجمعون
الا ابلیس ۔ یعنے یاد کر وہ وقت کہ جب تیرے خدا نے (جسکا تو مظہر اتم ہے) فرشتون
کو کہا کہ مین مٹی سے ایک انسان پیدا کرنیوالا ہون سو جب مین اُسکو کمال اعتدال پر پیدا کرلون
اور اپنی روح مین سے اُس مین پھونک دون تو تم اُس کے لیئے سجدہ مین گرو یعنے کمال انکسار

سے اُسکی خدمت مین مشغول ہوجاؤ اور ایسی خدمتگذاری مین جہک جاؤ کہ گویا تم اُسے سجدہ کر رہے ہو پس سارے کے سارے فرشتے انسان مکمل کے آگے سجدہ مین گر پڑے مگر شیطان جو اس سعادت سے محروم رہ گیا۔ جاننا چاہیئے کہ یہ سجدہ کا حکم اُسوقت سے متعلق نہین ہے کہ جب حضرت آدم پیدا کیئے گئے بلکہ یہ علیحدہ ملایک کو حکم کیا گیا کہ جب کوئی انسان اپنے حقیقی انسانیت کے مرتبہ تک پہنچے۔ اور اعتدال انسانی اوسکو حاصل ہوجائے اور خدا تعالیٰ کی روح اُسمین سکونت اختیار کرے تو تم اس کامل کے آگے سجدہ مین گرا کرو یعنی آسمانی انوار کے ساتھ اُس پر اُترو اور اُسپر صلوۃ بہیجو سو یہ اُس قدیم قانون کی طرف اشارہ ہی جو خدا تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندون کے ساتھ ہمیشہ جاری رکھتا ہے جب کوئی شخص کسی زمانہ مین اعتدال روحانی حاصل کرلیتا ہے اور خدا تعالیٰ کی روح اُس کے اندر آباد ہوتی ہے یعنے اپنے نفس سے فانی ہوکر بقا باللہ کا درجہ حاصل کرتا ہے تو ایک خاص طور پر نزول ملایکہ کا اُسپر شروع ہوجاتا ہے اگرچہ سلوک کی ابتدائی حالات مین بھی ملایک اس کے نفرت اور خدمت مین لگے ہوئے ہوتے ہین لیکن یہ نزول ایسا اتم اور اکمل ہوتا ہے کہ سجدہ کا حکم رکھتا ہے اور سجدہ کے لفظ سے خدا تعالیٰ نے یہ ظاہر کردیا کہ ملایکہ انسان کامل سے افضل نہین ہین بلکہ وہ شاہی خادمون کی طرح سجدات تعظیم انسان کامل کے آگے بجا لا رہے ہین ایسا ہی خدا تعالیٰ نے سورۃ الشمس مین نہایت لطیف اشارات و استعارات مین انسان کامل کے مرتبہ کو زمین آسمان کے تمام باشندون سے اعلیٰ و برتر بیان فرمایا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ والشمس وضحٰھا والقمر اذا تلٰھا والنھار اذا جلّٰھا واللیل اذا یغشٰھا والسماء وما بنٰھا والارض وما طحٰھا ونفس وما سوّٰھا فالھمھا فجورھا وتقوٰھا قد افلح من زکّٰھا وقد خاب من دسّٰھا کذبت ثمود بطغوٰھا اذ انبعث اشقٰھا فقال لھم رسول اللہ ناقۃ اللہ وسقیٰھا فکذبوہ فعقروھا فدمدم علیھم ربھم بذنبھم فسوّٰھا ولا یخاف عقبٰھا۔ یعنے قسم ہی سورج کی اور اُسکی دہوپ کی اور قسم ہی چاند کی جب وہ سورج کی پیروی کرے اور قسم ہی دن کی جب اپنی روشنی کو ظاہر کرے اور قسم ہی اُس رات کی جو بالکل تاریک ہو اور قسم ہی زمین کی اور اُسکی جس نے اُسے بچہایا اور قسم ہی انسان کی نفس کی اور اُسکی جس نے اُسے اعتدال کامل اور وضع استقامت کی جمیع کمالات متفرقہ عنایت کیئے اور کسی کمال سے محروم نہ رکھا بلکہ سب کمالات متفرقہ جو پہلی قسمون کے نیچے ذکر کیئے گئے ہین اُسمین جمع کردی اس طرح پر کہ انسان کامل کا نفس

آفتاب اور اُسکی دہوپ کا بہی کمال اپنے اندر رکھتا ہے اور چاند کے خواص بہی اُسمین پائے جاتے ہین کہ وہ اکتساب فیض دوسرے سے کرسکتا ہے اور ایک نور سے بطور استفادہ اپنے اندر بہی نور لے سکتا ہے اور اُسمین روز روشن کے بہی خواص موجود ہین کہ جیسے محنت اور مزدوری کرنے والے لوگ دن کی روشنی مین کماحقہ اپنے کاروبار کو انجام دے سکتے ہین ایسا ہی حق کے طالب اور سلوک کی راہون کو اختیار کرنے والے انسان کامل کے نمونہ پر چلکر بہت آسانی اور صفائی سے اپنی مہمات دینیہ کو انجام دیتے ہین سو وہ دن کی طرح اپنے تئین بکمال صفائی ظاہر کرسکتا ہی اور ساری خاصیتین دن کی اپنے اندر رکھتا ہے ٭

اندہیری رات سے بہی انسان کامل کو ایک مشابہت ہے کہ وہ باوجود غایت درجہ کے انقطاع اور تبتل کے جو اُس کو منجانب اللہ حاصل ہی بحکمت و مصلحت الہی اپنی نفس کی ظلمانی خواہشون کی طرف بہی کبہی کبہی متوجہ ہو جاتا ہی یعنے جو جو نفس کے حقوق انسان پر رکھے گئے ہین جو بظاہر نورانیت کے مخالف اور مزاحم معلوم ہوتے ہین جیسے کہانا پینا سونا اور بیوی کے حقوق ادا کرنا یا بچون کی طرف التفات کرنا یہ سب حقوق بجالاتا ہے اور کچہہ تہوڑی دیر کے لئے اس تاریکی کو اپنے لئے پسند کرلیتا ہے نہ اسوجہ سے کہ اُسکو حقیقی طور پر تاریکی کی طرف میلان ہے بلکہ اس وجہ سے کہ خداوند علیم و حکیم اُسکو اس طرف توجہ بخشتا ہے تا روحانی تعب و مشقت سے کسیقدر آرام پاکر پہر اُن مجاہدات شاقہ کے اُٹھانے کے لئے تیار ہو جائے جیسا کہ کسی کا شعر ہے۔

چشم شہباز کاروانان شکار ٭ از بہر کشادن ست گرد و ختہ اند ٭

سو اسی طرح یہ کامل لوگ جب غایت درجہ کی کوفت خاطر اور گدازش اور ہم و غم کے غلبہ

حاشیہ ٭ سورج بحکمت الہی سات سو تیس تعینات مین اپنے تئین متشکل کر کے دنیا پر مختلف قسمون کی تاثیرات ڈالتا ہے اور ہر یک تشکل کی وجہ سے ایک خاص نام اُس کو حاصل ہے اور یکشنبہ دوشنبہ سہ شنبہ وغیرہ درحقیقت باعتبار خاص خاص تعینات و لوازم و تاثیرات کے سورج کے ہی نام ہین جب یہ لوازم خاصہ بولنے کے وقت ذہن مین ملحوظ نہ رکہے جائین اور صرف مجرد اور اطلاقی حالت مین نام لیا جائے تو اُس وقت سورج کہین گے لیکن جب اسی سورج کے خاص خاص لوازم اور تاثیرات اور مقامات ذہن مین ملحوظ رکہکر بولین گے تو اسکو کبہی

کے وقت کسیقدر حظوظ نفسانیہ سے تمتع حاصل کر لیتے ہین تو پھر جسم ناتوان انکا روح کی رفاقت
کے لئے از سر نو قوی اور توانا ہو جاتا ہے اور اس تہوڑی سی محجوبیت کی وجہ سے بڑے بڑے
مراحل نورانی طے کر جاتا ہے اور ماسوا اس کے نفس انسان مین رات کے اور دوسرے خواص
دقیقہ بہی پائے جاتے ہین جنکو علم ہیئت اور نجوم اور طبعی کی باریک نظر نے دریافت کیا ہے
ایسا ہی انسان کامل کے نفس کو آسمان سے بہی مشابہت ہے مثلاً جیسے آسمان کا پول اس قدر وسیع
اور کشادہ ہے کہ کسی چیز سے پُر نہین ہو سکتا ایسا ہی اُن بزرگون کا نفس ناطقہ غایت درجہ کی
وسعتین اپنے اندر رکھتا ہے اور باوجود ہزارہا معارف و حقایق کے حاصل کرنے کے پھر
بہی ما عرفناک کا نعرہ مارتا ہی رہتا ہے اور جیسے آسمان کا پول روشن ستارون سے
پُر ہے ایسا ہی نہایت روشن قوی اُسمین بہی رکھے گئے ہین کہ جو آسمان کے ستارون کی
طرح چمکتے ہوئے نظر آتے ہین۔ ایسا ہی انسان کامل کے نفس کو زمین سے بہی کامل مشابہت
ہے یعنے جیساکہ عمدہ اور اول درجہ کی زمین یہ خاصیت رکھتی ہے کہ جب اُس مین تخم ریزی
کیجائے اور پھر خوب قلبہ رانی اور آبپاشی ہو اور تمام مراتب محنت کشاورزی کے اُس پر
پورے کر دیئے جائین تو وہ دوسری زمینون کی نسبت ہزار گونہ زیادہ پہل لاتی ہے اور
نیز اُس کا پہل بہ نسبت اور پہلون کے نہایت لطیف اور شیرین و لذیذ اور اپنی کمیت
و کیفیت مین انتہائی درجہ تک بڑہا ہوا ہوتا ہے اسی طرح انسان کامل کے نفس کا حال
ہے کہ احکام الہی کی تخم ریزی سے عجیب سرسبزی لیکر اُس کے اعمال صالحہ کی پودے
نکلتے ہین اور ایسے عمدہ اور غایت درجہ کے لذیذ اُس کے پہل ہوتے ہین کہ ہر یک
دیکہنے والے کو خدا تعالیٰ کی پاک قدرت یاد آ کر سبحان اللہ سبحان اللہ کہنا پڑتا ہی
سو یہ آیت ونفس وما سوّٰہا۔ صاف طور پر بتلا رہی ہے کہ انسان کامل اپنے معنے
اور کیفیت کی رو سے ایک عالم ہے اور عالم کبیر کے تمام شیون و صفات و خواص

بقیہ حاشیہ: دن کہین گے اور کبہی رات کبہی اسکا نام اتوار رکہین گے اور کبہی پیر اور کبہی ساون اور
کبہی بہادون کبہی اسوج کبہی کاتک غرض یہ سب سورج کے ہی نام ہین اور نفس انسان
بہی باعتبار مختلف تعینات اور مختلف اوقات و مقامات و حالات مختلف نامون سے موسوم ہو جاتا ہے کبہی
نفس زکیہ کہلاتا ہے اور کبہی امارہ کبہی لوامہ اور کبہی مطمئنہ غرض اُس کے بہی اتنے ہی نام

اجمالی طور پر اپنے اندر جمع رکہتا ہے جیسا کہ اللہ جل شانہ نے شمس کی صفات سے شروع
کر کے زمین تک جو ہماری سکونت کی جگہ ہے سب چیزون کے خواص اشارہ کے طور
پر بیان فرمائے یعنے بطور قسمون کے اُنکا ذکر کیا بعد اس کے انسان کامل کے نفس کا ذکر
فرمایا تا معلوم ہو کہ انسان کامل کا نفس اُن تمام کمالات متفرقہ کا جامع ہے جو پہلی چیزون
مین جنکی قسمین کہائی گئین الگ الگ طور پر پائی جاتی ہین اور اگر یہ کہا جائے کہ خداتعالیٰ
نے اپنی مخلوق چیزون کے جواس کے وجود کے مقابل پر بے بنیاد و ہیچ ہین کیون قسمین کہائین
تو اسکا جواب یہ ہے کہ تمام قرآن شریف مین یہ ایک عام عادت و سنت الہی ہے کہ وہ بعض
نظری امور کے اثبات و حقایق کے لئے ایسے امور کا حوالہ دیتا ہے جو اپنے خواص کا عام طور پر
بین اور کہلا کہلا اور بدیہی ثبوت رکھتے ہین جیسا کہ اُسمین کسی کو بہی شک نہین ہو سکتا
کہ سورج موجود ہے اور اُس کی دہوپ بھی ہے اور چاند موجود ہے اور وہ نور آفتاب سے
حاصل کرتا ہے اور روز روشن بھی سب کو نظر آتا ہے اور رات بھی سب کو دکھائی دیتی
ہے اور آسمان کا پول بھی سب کی نظر کے سامنے ہے اور زمین تو خود انسانون کی سکونت
کی جگہ ہے اب چونکہ یہ تمام چیزین اپنا اپنا کہلا کہلا وجود اور کہلے کہلے خواص رکھتی ہین
جنمین کسیکو کلام نہین ہو سکتا اور نفس انسان کا ایسی چھپی ہوئی اور نظری چیز ہے کہ خود اُسکے
وجود مین ہی صدہا جہگڑے برپا ہو رہے ہین بہت سے فرقے ایسے ہین کہ وہ اسبات
کو مانتے ہی نہین کہ نفس یعنے روح انسان بھی کوئی مستقل اور قایم بالذات چیز ہے جو بدن
کی مفارقت کے بعد ہمیشہ کے لئے قایم رہ سکتی اور جو بعض لوگ نفس کے وجود اور اُسکی
بقا اور ثبات کے قائل ہین وہ بھی اُسکی باطنی استعدادات کا وہ قدر نہین کرتے جو کرنا چاہئے
تھا بلکہ بعض تو اتنا ہی سمجھ بیٹھے ہین کہ ہم صرف اسی غرض کے لئے دنیا مین آئے ہین کہ حیوانات
کی طرح کہانے پینے اور حظوظ نفسانی مین عمر بسر کرین وہ اس بات کو جانتے بھی نہین کہ نفس
انسانی کسقدر اعلیٰ درجہ کی طاقتین اور قوتین اپنے اندر رکھتا ہے اگر وہ کسب کمالات
کی طرف متوجہ ہو تو کیسے تہوڑے ہی عرصہ مین تمام عالم کے متفرق کمالات و فضائل و
انواع پر ایک دائرہ کی طرح محیط ہو سکتا ہے سو اللہ جل شانہ نے اس سورہ مبارکہ مین

بقیہ حاشیہ ہین جسقدر سورج کے مگر بخوف طول اسیقدر بیان کرنا کافی سمجھا گیا۔ منہ

نفس انسان اور پھر اُس کے بے نہایت خواص فاضلہ کا ثبوت دینا چاہا ہے پس اول اُس نے
خیالات کو رجوع دلانے کے لئے شمس اور قمر وغیرہ چیزون کے متفرق خواص بیان کر کے
پھر نفس انسان کی طرف اشارہ فرمایا کہ وہ جامع اُن تمام کمالات متفرقہ کا ہے اور جس حالت
مین نفس انسان مین ایسے اعلیٰ درجہ کے کمالات وخاصیات بہ تمامہا موجود ہین جو اجرام
سماویہ اور ارضیہ مین متفرق طور پر پائے جاتے ہین تو کمال درجہ کی نادانی ہوگی کہ ایسی
عظیم الشان اور مستجمع کمالات متفرقہ کی نسبت یہ وہم کیا جائے کہ وہ کچھ بھی چیز نہین جو موت
کے بعد باقی رہ سکے یعنے جبکہ یہ تمام خواص جو ان مشہور ومحسوس چیزون مین ہین جن کا
مستقل وجود ماننے مین تمہین کچھ کلام نہین یہانتک کہ ایک اندھا بھی دہوپ کا احساس
کر کے آفتاب کے وجود کا یقین رکھتا ہے نفس انسان مین سب کے سب یکجائی طور پر
موجود ہین تو نفس کے مستقل اور قایم بالذات وجود مین تمہین کیا کلام باقی ہی کیا ممکن ہی کہ جو
چیز اپنی ذات مین کچھ بھی نہین وہ تمام موجود بالذات چیزون کے خواص جمع رکھتے ہو اور اسجگہ قسم
کہانیکی طرز کو اس وجہ سے اللہ جل شانہ نے پسند کیا ہے کہ قسم قایم مقام شہادت کے ہوتی
ہے اسیوجہ سے حکام مجازی بھی جب دوسرے گواہ موجود نہون تو قسم پہ انحصار کر دیتے
ہین اور ایک مرتبہ کی قسم سے وہ فایدہ اُٹھا لیتے ہین جو کم سے کم دو گواہون سے اُٹھا
سکتے ہین سو چونکہ عقلاً وعرفاً وقانوناً وشرعاً قسم شاہد کے قایم مقام سمجھی جاتی ہے لہذا اسی
بناپر خدایتعالیٰ نے اسجگہ شاہد کے طور پر اُسکو قرار دیدیا ہے پس خدایتعالیٰ کا یہ کہنا کہ قسم ہے سورج
کی اور اُسکی دہوپ کی درحقیقت اپنے مرادی معنے یہ رکہتا ہی کہ سورج اور اسکی دہوپ یہ دونون نفس انسان کے
موجود بالذات اور قایم بالذات ہونیکی شاہد حال ہین کیونکہ سورج مین جو جو خواص گرمی اور روشنی وغیرہ پائے جاتے ہین ہی
خواص مع شیئے زاید انسان کے نفس مین بھی موجود ہین مکاشفات کی روشنی اور توجہ کی گرمی
جو نفوس کاملہ مین پائی جاتی ہے اُس کے عجائبات سورج کی گرمی اور روشنی سے کہین بڑھکر
ہین سو جب کہ سورج موجود بالذات ہے تو جو خواص مین اس کا ہم مثل اور ہم پلہ ہین بلکہ اس سے
بڑھکر یعنے نفس انسان وہ کیونکر موجود بالذات نہوگا اسی طرح خدایتعالیٰ کا یہ کہنا کہ قسم ہے
چاند کی جب وہ سورج کی پیروی کرے۔ اس کے مرادی معنے یہ ہین کہ چاند اپنی اس
خاصیت کے ساتھہ کہ وہ سورج سے بطور استفادہ نور حاصل کرتا ہے نفس انسان
کے موجود بالذات اور قایم بالذات ہونے پر شاہد حال ہے کیونکہ جس طرح چاند سورج

سے اکتساب نور کرتا ہے اسی طرح نفس انسان کا جو مستعد اور طالب حق ہے نیک دوسرے
انسان کامل کی پیروی کر کے اس کے نور مین سے لے لیتا ہے اور اُس کے باطنی فیض سے فیضیاب
ہو جاتا ہے بلکہ چاند سے بڑھکر استفادہ نور کرتا ہے کیونکہ چاند تو نور حاصل کر کے پھر چھوڑ بھی دیتا ہے
مگر یہ کبھی نہین چھوڑتا پس جبکہ استفادہ نور مین یہ چاند کا شریک غالب ہے اور دوسری تمام صفات
اور خواص چاند کے اپنے اندر رکھتا ہے تو پھر کیا وجہ کہ چاند کو تو موجود بالذات اور قایم بالذات مانا جاے
مگر نفس انسان کے مستقل طور پر موجود ہونے سے بکلی انکار کر دیا جائے غرض اسی طرح خدا تعالیٰ
نے ان تمام چیزون کو جنکا ذکر نفس انسان کی پہلے قسم کہا کر کیا گیا ہے اپنے خواص کے رو سے
شواہد اور ناطق گواہ قرار دیکر اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ نفس انسان واقعی طور پر موجود ہے اور
اسی طرح ہر ایک جگہ جو قرآن شریف مین بعض بعض چیزون کی قسمین کہائی ہین اُن قسمون سے ہر جگہ
یہی مدعا اور مقصد ہے کہ تا امر بدیہہ کو اسرار مخفیہ کے لئے جو اُن کے ہمرنگ ہین بطور شواہد کے
پیش کیا جائے لیکن اس جگہ یہ سوال ہوگا کہ جو نفس انسان کے موجود بالذات ہونے کے لئے
قسمون کے پیرایہ مین شواہد پیش کیے گئے ہین اُن شواہد کے خواص بدیہی طور پر نفس انسان مین
کہان پائے جاتے ہین اور اس کا ثبوت کیا ہے کہ پائے جاتے ہین۔ اس وہم کے رفع کرنیکے
لئے اللہ جل شانہ اس کے بعد فرماتا ہے۔ **فالھمھا فجورھا وتقوٰھا قد افلح من
زکّٰھا وقد خاب من دسّٰھا** یعنے خدا تعالیٰ نے نفس انسان کو پیدا کر کے ظلمت
اور نورانیت اور ویرانی اور سرسبزی کی دونون راہین اُس کے لئے کھولدی ہین جو شخص
ظلمت اور فجور یعنے بدکاری کی راہین اختیار کرے تو اوسکو اُن راہون مین ترقی کے کمال درجہ
تک پہنچایا جاتا ہے یہان تک کہ اندہیری رات سے اُسکی سخت مشابہت ہو جاتی ہے اور
بجز معصیت اور بدکاری اور پُر ظلمت خیالات کے اور کسی چیز مین اُسکو مزہ نہین آتا ایسے ہی ہم صحبت
اُسکو اچھے معلوم ہوتے ہین اور ایسے ہی شغل اُس کے جی کو خوش کرتے ہین اور اُسکی بدطبیعت
کے مناسب حال بدکاری کے الہامات اُسکو ہوتے رہتے ہین یعنی ہر وقت بدچلنی اور بدمعاشی کے ہی خیالات
اُسکو سوجھتے ہین کبھی اچھے خیالات اُسکے دل مین پیدا ہی نہین ہوتے اور اگر پرہیزگاری کا نورانی راستہ اختیار کرتا
ہے تو اُس نور کو مدد دینے والے الہام اُسکو ہوتے رہتے ہین یعنے خدا تعالیٰ اُس کے دلی نور
کو جو تخم کی طرح اُس کے دل مین موجود ہے اپنے الہامات خاصہ سے کمال تک پہنچا دیتا ہے اور اُسکے
روشن شمع مکاشفات کی آگ کو افروختہ کر دیتا ہے تب وہ اپنے چمکتے ہوئے نور کو دیکھہ کر اور

اُس کے افاضہ اور استفاضہ کی خاصیت کو آزما کر پورے یقین سے سمجھ لیتا ہے کہ آفتاب اور ماہتاب کی نورانیت مجھہ مین بہی موجود ہے اور آسمان کے وسیع اور بلند اور پر کواکب ہونے کے موافق میرے سینہ مین انشراح صدر اور عالی ہمتی اور دل اور دماغ مین ذخیرہ روشن قوی کا موجود ہی جو ستارون کیطرح چمک رہی ہین تب اُسی اسباب کے سمجھنے کیلئے اور کسی خارجی ثبوت کی کچھہ بہی ضرورت نہین ہوتی بلکہ اسکے اندر سے ہی ایک کامل ثبوتکا چشمہ ہر وقت جوش مارتا ہی اور اس کے پیاسے دل کو سیراب کرتا رہتا ہے اور اگر یہ سوال پیش ہو کر سلوک کے طور پر کیونکر ان نفسانی خواص کا مشاہدہ ہو سکے تو اس کے جواب مین اللہ جل شانہ فرماتا ہے قد افلح من زکّٰھا وقد خاب من دسّٰھا یعنے جس شخص نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا اور ریکلی رزایل اور اخلاق ذمیمہ سے دست بردار ہو کر خدا تعالے کے حکمون کے نیچے اپنے تئین ڈالدیا وہ اُس مراد کو پہنچیگا اور اپنا نفس اُس کو عالم صغیر کیطرح کمالات متفرقہ کا مجمع نظر آئیگا لیکن جس شخص نے اپنے نفس کو پاک نہین کیا بلکہ بیجا خواہشون کے اندر گاڑدیا وہ اس مطلب کے پانے سے نامراد رہیگا ماحصل اس تقریر کا یہ ہے کہ بلاشبہ نفس انسان مین وہ متفرق کمالات موجود ہین جو تمام عالم مین پائے جاتے ہین اور ان پر یقین لانے کے لئے یہ ایک سیدہی راہ ہے کہ انسان حسب منشاء قانون الٰہی تزکیہ نفس کی طرف متوجہ ہو کیونکہ تزکیہ نفس کی حالتین نہ صرف علم الیقین بلکہ حق الیقین کے طور پر ان کمالات مخفیہ کی سچائی کھل جائیگی پھر بعد اس کے اللہ جل شانہ ایک مثال کے طور پر ثمود کی قوم کا ذکر کر کے فرماتا ہے کہ اُنہون نے بباعث اپنے جبلی سرکشی کے اپنے وقت کے نبی کو جہٹلایا اور اُس تکذیب کے لئے ایک بڑا بدبخت اُنہین سے پیش قدم ہوا اُس وقت کے رسول نے اُنہین نصیحت کے طور پر کہا کہ ناقۃ اللہ یعنے خدا تعالے کی اُونٹنی اور اُس کے پانی پینے کی جگہ کا تعرض مت کرو۔ مگر اُنہون نے نہ مانا اور اُونٹنی کے پانون کاٹے سو اس جرم کی شامت سے اللہ تعالیٰ نے اُن پر موت کی مار ڈالی اور اُنہین خاک سے ملا دیا اور خدا تعالیٰ نے اس بات کی کچھہ بہی پرواہ نہ کی کہ اُنکے مرنے کے بعد اُن کی بیوہ عورتون اور یتیم بچون اور بیکس عیال کا کیا حال ہوگا یہ ایک نہایت لطیف مثال ہے جو خدا تعالیٰ نے انسان کے نفس کو ناقۃ اللہ سے مشابہت دینے کے لئے اس جگہ لکہی ہے مطلب یہ ہے کہ انسان کا نفس بہی درحقیقت اسی غرض کے لئے پیدا کیا گیا ہے کہ تا وہ ناقۃ اللہ کا کام دیوے اُسکی فنا فی اللہ ہونیکی حالتین خدا تعالیٰ اپنی پاک تجلی کے ساتھ اُس پر سوار ہو جیسے کوئی اُونٹنی پر سوار ہوتا ہے سو نفس پرست لوگون

کو جو حق سے مونھ پھیر رہے ہین تہدید اور انذار کے طور پر فرمایا کہ تم لوگ بھی قوم ثمود کی طرح ناقۃ اللہ
کا سقیا یعنے اُس کے پانی پینے کی جگہ جو یاد الٰہی اور معارف الٰہی کا چشمہ ہے جس پر اس ناقہ کی زندگی
موقوف ہے اُس پر بند کر رہے ہو اور نہ صرف بند بلکہ اُس کے پَیر کاٹنے کی فکر مین ہو تا وہ خدا تعالےٰ
کی راہون پر چلنے سے بالکل رہ جائے سو اگر تم اپنی خیر مانگتے ہو تو زندگی کا پانی اُس پر بند مت کرو
اور اپنی بیجا خواہشون کے تیر و تبر سے اُس کے پَیر مت کاٹو اگر تم ایسا کرو گے اور وہ ناقہ
جو خدا تعالےٰ کی سواری کے لئے تمکو دی گئی ہے مجروح ہو کر مر جائیگی تو تم بالکل نکمّے اور
خشک لکڑی کی طرح متصور ہو کر کاٹ دیئے جاؤ گے اور پھر آگ مین ڈالے جاؤ گے اور
تمہارے مرنے کے بعد خدا تعالیٰ تمہارے پس ماندون پر ہرگز رحم نہین کریگا۔ بلکہ تمہاری
معصیت اور بدکاری کا وبال اُنکی بھی آگے آئیگا اور نہ صرف تم اپنے شامت اعمال سے مروگے
بلکہ اپنے عیال و اطفال کو بھی اُسی تباہی مین ڈالو گے۔

ان آیات بینات سے صاف صاف ثابت ہو گیا کہ خداوند کریم نے انسان کو
سب مخلوقات سے بہتر اور افضل بنایا ہے اور ملایک اور کواکب اور عناصر وغیرہ جو کچھ
انسان مین اور خدا تعالیٰ مین بطور وسایط کے دخیل ہو کر کام کر رہے ہین وہ اُن کا درمیانی
واسطہ ہونا اُنکی افضیلت پر دلالت نہین کرتا اور وہ اپنے درمیانی ہونیکی وجہ سے انسان کو
کوئی عزت نہین بخشتے بلکہ خود اُنکو عزت حاصل ہوتی ہے کہ وہ ایسی شریف مخلوق کی خدمت
مین لگائے گئے ہین سو درحقیقت وہ تمام خادم ہین نہ مخدوم اور اس بارہ مین حضرت
سعدی شیرازی رحمۃ اللہ نے کیا اچھا کہا ہے۔

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کار اند
این ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرمان بردار

تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری
شرط انصاف نباشد کہ تو فرمان نبری

اور پھر ہم بقیہ تقریر کیطرف عود کر کے کہتے ہین کہ ملایک اللہ جیسا کہ ہم پہلے ہی بیان کر چکے
ہین ایک ہی درجہ کی عظمت اور بزرگی نہین رکھتے نہ ایک ہی قسم کا کام اُنہین سپرد
ہے بلکہ ہر یک فرشتہ علیحدہ علیحدہ کامون کے انجام دینے کے لئے مقرر کیا گیا ہے
دنیا مین جس قدر تم تغیرات و انقلابات دیکھتے ہو یا جو کچھ ممکن قوۃ سے حیز فعل مین آتا ہی یا جس

قدر ارواح و اجسام اپنے کمالات مطلوبہ تک پہنچتے ہین ان سب پر تاثیرات سماویہ کام کر رہی ہین یا کبھی ایک ہی فرشتہ مختلف طور کی استعدادون پر مختلف طور کے اثر ڈالتا ہے مثلاً جبرائیل جو ایک عظیم الشان فرشتہ ہے اور آسمان کے ایک نہایت روشن نیّر سے تعلق رکھتا ہے اُسکو کئی قسم کی خدمات سپرد ہین اُنہین خدمات کیموافق جو اُس کے نیّر سے لئے جاتے ہین سو وہ فرشتہ اگرچہ ہر یک ایسے شخص پر نازل ہوتا ہے جو وحی الٰہی سے مشرف کیا گیا ہو (نزول کی اصل کیفیت جو صرف اثر اندازی کے طور پر ہے نہ واقعی طور پر یاد رکھنی چاہئیے)

لیکن اُس کے نزول کی تاثیرات کا دائرہ مختلف استعدادون اور مختلف ظروف کی لحاظ سے چھوٹی چھوٹی یا بڑی بڑی شکلون پر تقسیم ہو جاتا ہے نہایت بڑا دائرہ اوسکی روحانی تاثیرات کا وہ دائرہ ہے جو خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلّم کی وحی سے متعلق ہی اسیوجہ سے جو معارف وحقایق و کمالات حکمت و بلاغت قرآن شریف مین اکمل اور اتم طور پر پائے جاتے ہین یہ عظیم الشان مرتبہ اور کسی کتاب کو حاصل نہین اور یہ بھی یاد رہنا چاہئیے (جیساکہ پہلے بھی ہم اسکی طرف اشارہ کر چکے ہین) کہ ہر یک فرشتہ کی تاثیر انسان کے نفس پر دو قسم کی ہوتی ہے اول وہ تاثیر جو رحم مین ہونے کی حالتمین باذنہٖ تعالیٰ مختلف طور کے تخم پر مختلف طور کا اثر ڈالتی ہی پھر دوسری وہ تاثیر جو بعد طیاری وجود کے اُس وجود کی مخفی استعدادون کو اپنی کمالات ممکنہ تک پہونچانیکے لئے کام کرتی ہے اُس دوسری تاثیر کو جب وہ نبی یا کامل ولی کے متعلق ہو وحی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور یون ہوتا ہے کہ جب ایک مستعد نفس اپنی نور ایمان اور نور محبت کے کمال سے مبدء فیوض کے ساتھہ دوستانہ تعلق پکڑ لیتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی زندگی بخش محبت اُس کی محبت پر پرتوہ انداز ہو جاتی ہے تو اس حد اور اس وقت تک جو کچھہ انسان کو آگے قدم رکھنے کے لئے مقدور حاصل ہوتا ہے یہ دراصل اُس پنہانی تاثیر کا اثر ظاہر ہوتا ہے کہ خدائے تعالیٰ کے فرشتہ نے انسان کی رحم مین ہونے کی حالتمین کی ہوتی ہی پھر بعد اُس کے جب انسان اس پہلی تاثیر کی کشش سی یہ مرتبہ حاصل کر لیتا ہے تو پھر وہی فرشتہ از سر نو اپنا اثر نور سے بھرا ہوا اُس پر ڈالتا ہے مگر یہ نہین کہ اپنی طرف سے بلکہ وہ درمیانی خادم ہونیکی وجہ سے اُس نالی کی طرح جو ایک طرف سے پانی کو کھینچتی اور دوسری طرف اُس پانی کو پہنچا دیتی ہے خدا تعالیٰ کا نور فیض اپنے اندر کہینچ لیتا ہے پس ہین اُس وقتمین کہ جب انسان بوجہ اقتران محبتین روح القدس کی نالی کے قریب اپنے تئین رکھدیتا ہے معاً اُس نالی

مین سے فیض وحی اُس کے اندر گر جاتا ہے یا یون کہو کہ اسوقت جبرئیل اپنا نورانی سایہ اُس مستعد دل پر ڈالکر ایک عکسی تصویر اپنی اس کے اندر رکہہ دیتا ہے تب جیسے اُس فرشتہ کا جو آسمان پر مستقر ہے جبرئیل نام ہی اس عکسی تصویر کا نام بھی جبریل ہی ہوتا ہے یا مثلاً اس فرشتہ کا نام روح القدس ہے تو عکسی تصویر کا نام بہی روح القدس ہی رکہا جاتا ہے سو یہ نہین کہ فرشتہ انسان کے اندر گہس آتا ہے بلکہ اُس کا عکس انسان کے آئینہ قلب مین نمودار ہو جاتا ہے مثلاً جب تم نہایت مصفی آئینہ اپنے مونہہ کے سامنے رکھ دو گے تو موافق دائرہ مقدار اُس آئینہ کے تمہاری شکل کا عکس بلا توقف اُسمین پڑیگا یہ نہین کہ تمہارا مونہہ اور تمہارا سر گردن سے ٹوٹ کر اور الگ ہو کر آئینہ مین رکھ دیا جائیگا۔ بلکہ اُس جگہہ رہیگا جہان رہنا چاہیئے صرف اُس کا عکس پڑیگا اور عکس بھی ہر یک جگہہ ایک ہی مقدار پر نہین پڑے گا بلکہ جیسی جیسی وسعت آئینہ قلب کی ہو گی اُسی مقدار کے موافق اثر پڑیگا مثلاً اگر تم اپنا چہرہ آرسی کے شیشہ مین دیکھنا چاہو کہ جو ایک چھوٹا سا شیشہ ایک قسم کی انگشتری مین لگا ہوا ہوتا ہے تو اگرچہ اُسمین بہی تمام چہرہ نظر آئیگا مگر ہر یک عضو اپنی اصلی مقدار سے نہایت چھوٹا ہو کر نظر آئیگا لیکن اگر تم اپنے چہرہ کو ایک بڑے آئینہ مین دیکہنا چاہو جو تمہاری شکل کے پورے انعکاس کے لئے کافی ہے تو تمہارے تمام نقوش اور اعضا چہرہ کے اپنے اصلی مقدار پر نظر آجائینگے پس یہی مثال جبریل کے تاثیرات کی ہے ادنیٰ سے ادنیٰ مرتبہ کے ولی پر جبریل ہی تاثیر وحی کی ڈالتا ہے اور حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر بھی وہی جبریل تاثیر وحی کی ڈالتا رہا ہے لیکن ان دونون وحیون مین وہی فرق مذکورہ بالا آرسی کے شیشے اور بڑے آئینہ کا ہے یعنے اگرچہ بظاہر صورت جبریل وہی ہے اور اسکی تاثیرات بھی وہی مگر ہر یک جگہ مادہ قابلہ ایک ہی وسعت اور صفائی کی حالت پر نہین اور یہ جو اس جگہ مین نے صفائی کا لفظ بہی لکھدیا تو یہ اس بات کے اظہار کے لئے ہے کہ جبریلی تاثیرات کا اختلاف صرف کمیت سے ہی متعلق نہین بلکہ کیفیت سے بھی متعلق ہے یعنے صفائی قلب جو شرط انعکاس ہے تمام افراد ملہمین کے ایک ہی مرتبہ تک پر کبھی نہین ہوتے جیسے تم دیکھتے ہو کہ سارے آئینے ایک ہی درجہ کی صفائی ہرگز نہین رکھتے بعض آئینے ایسے اعلیٰ درجہ کے آبدار اور مصفی ہوتے ہین کہ پورے طور پر جیسا کہ چاہیئے دیکھنے والے کی شکل ان مین ظاہر ہو جاتی ہے اور بعض ایسے کثیف اور مکدر اور پر غبار اور دود آمیز جیسے ہوتے ہین کہ صاف طور پر اُنمین شکل نظر نہین آتی بلکہ بعض ایسے بگڑے ہوئے ہوتے ہین کہ اگر مثلاً اُن مین دونون لب نظر آوین تو ناک دکہائی

نہین دیتا اور اگر ناک نظر آگیا تو آنکھین نظر نہین آتین سو یہی حالت دلون کے آئینہ کی ہے جو نہایت درجہ کا مصفیٰ دل ہے مصفا طور پر انعکاس ہوتا ہے اور کسیقدر مکدر ہے اُسمین اُسی قدر مکدر دکہائی دیتا ہے اور اکمل اور اتم طور پر یہ صفائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو حاصل ہے ایسی صفائی کسی دوسرے دل کو ہرگز حاصل نہین۔

اس جگہ اس نکتہ کا بیان کرنا بھی ضروری ہے کہ خدائیتعالی جو علت العلل ہے جس کے وجود کے ساتھ تمام وجودون کا سلسلہ وابستہ ہے جب وہ کبھی مربیانہ یا قاہرانہ طور پر کوئی جنبش اور حرکت ارادی کسی امر کے پیدا کرنے کے لئے کرتا ہے تو وہ حرکت اگر اتم اور اکمل طور پر ہو تو جمیع موجودات کی حرکت کو مستلزم ہوتی ہے اور اگر بعض شیون کے لحاظ سے یعنے جزئی حرکت ہو تو اُسی کے موافق عالم کے بعض اجزا مین حرکت پیدا ہو جاتی ہے اصل حقیقت یہ ہے کہ خدائے عزوجل کے ساتھ اُسکی تمام مخلوقات اور جمیع عالمون کا جو علاقہ ہے وہ اُس علاقہ سے مشابہ ہے جو جسم کو جان سے ہوتا ہے اور جیسے جسم کے تمام اعضا روح کے ارادون کے تابع ہوتے ہین اور جس طرف روح جھکتی ہے اُسی طرف وہ جھک جاتے ہین یہی نسبت خدا تعالی اور اُسکی مخلوقات مین پائی جاتی ہے۔ اگرچہ مین صاحب فصوص کی طرح حضرت واجب الوجود کی نسبت یہ تو نہین کہتا کہ خلق الاشیا وھو عینہا۔ مگر یہہ ضرور کہتا ہون کہ خلق الاشیا وھو کعینہا۔ ہذا العالم کصرح ممرد من قواریر وماء الطاقت العظمی یجری تحتہا ویفعل مایرید یخیل فی عیون قاصرۃ کانہا ہو یحسبون الشمس والقمر والنجوم موثرات بذاتہا ولا موثر الا ہو۔

حکیم مطلق نے میرے پر یہ راز سربستہ کھولدیا ہے کہ یہ تمام عالم معہ اپنی جمیع اجزاء کے اُس علت العلل کے کامون اور ارادون کی انجام دہی کے لئے سچ مچ اُس کے اعضا کی طرح واقع ہے جو خود بخود قایم نہین بلکہ ہر وقت اُس روح اعظم سے قوت پاتا ہے جیسے جسم کی تمام قوتین جان کی طفیل سے ہی ہوتی ہین اور یہ عالم جو اُس وجود اعظم کے لئے قایم مقام اعضا کا ہے بعض چیزین اُس مین ایسی ہین کہ گویا اُس کے چہرہ کا نور ہین جو ظاہری یا باطنی طور پر اُس کے ارادون کے موافق روشنی کا کام دیتی ہین اور بعض ایسی چیزین ہین کہ گویا اُس کے ہاتھ مین اور بعض ایسی ہین کہ گویا اُس کے پیر ہین اور بعض اُس کے سانس کی طرح ہین غرض یہ مجموعہ عالم خدا تعالی کے لئے بطور اعضا کے واقعہ ہے اور تمام آب

دیتا ہے اُس اندام کی اور ساری زندگی اُسکی اُسی روح اعظم سے ہے جو اُسکی قیوم ہے اور جو جو اُس قیوم کی ذات مین ارادی حرکت پیدا ہوتی ہے وہی حرکت اُس اندام کے کل اعضا یا بعض مین جیسا کہ اُس قیوم کی ذات کا تقاضا ہو پیدا ہو جاتی ہے۔

اس بیان مذکورہ بالا کی تصویر دکھلانیکے لئے تخیلی طور پر ہم فرض کر سکتے ہین کہ قیوم العالمین ایک ایسا وجود اعظم ہے جسکے بیشمار ہاتھ بیشمار پیر اور ہر یک عضو اس کثرت سے ہے کہ تعداد سے خارج اور لا انتہا عرض اور طول رکھتا ہے اور تندوی کیطرح اُس وجود اعظم کی تارین بھی ہین جو صفحہ ہستی کے تمام کنارون تک پھیل رہی ہین اور کشش کا کام دے رہی ہین یہ وہی اعضا ہین جنکا دوسرے لفظون مین عالم نام ہے جب قیوم عالم کوئی حرکت جزوی یا کلی کریگا تو اُسکی حرکت کے ساتھ اُس کے اعضا مین حرکت پیدا ہو جانا ایک لازمی امر ہوگا اور وہ اپنے تمام ارادون کو انہین اعضا کے ذریعہ سے ظہور مین لائیگا نہ کسی اور طرح سے پس یہی ایک عام فہم مثال اُس روحانی امر کی ہے کہ جو کہا گیا ہے کہ مخلوقات کی ہر یک جزو خدا تعالیٰ کے ارادون کی تابع اور اُس کے مقاصد مخفیہ کو اپنے خادمانہ چہرہ مین ظاہر کر رہی ہے اور کمال درجہ کی اطاعت سے اُس کے ارادون کی راہ مین محو ہو رہی ہے۔ اور یہ اطاعت اس قسم کی ہرگز نہین ہے جسکی صرف حکومت اور زبردستی پر بنا ہو بلکہ ہر یک چیز کو خدا تعالیٰ کی طرف ایک مقناطیسی کشش پائی جاتی ہے اور ہر ایک ذرہ ایسا بالطبع اُسکی طرف جھکا ہوا معلوم ہوتا ہے جیسے ایک وجود کے متفرق اعضا اُس وجود کی طرف جھکے ہوئے ہوتے ہین پس درحقیقت یہی سچ ہے اور بالکل سچ کہ یہ تمام عالم اُس وجود اعظم کے لئے بطور اعضا کے واقعہ ہے اور اسی وجہ سے وہ **قیوم العلمین** کہلاتا ہے کیونکہ جیسی جان اپنے بدن کی قیوم ہوتی ہے ایسا ہی وہ تمام مخلوقات کا قیوم ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو نظام عالم کا بالکل بگڑ جاتا۔

ہر یک ارادہ اُس قیوم کا خواہ وہ ظاہری ہو یا باطنی دینی ہو یا دنیوی اسی مخلوقات کے توسط سے ظہور پذیر ہوتا ہے اور کوئی ایسا ارادہ نہین کہ بغیر ان وسائط کے زمین پر ظاہر ہوتا ہو یہی قدیمی قانون قدرت ہے کہ جو ابتدا سے بندھا ہوا چلا آتا ہے مگر اُن لوگون کی سمجھ پر سخت تعجب ہے کہ وہ ظاہری بارش ہونیکے لئے جو بادلون کے ذریعہ سے زمین پر ہوتی ہے بخارات مائیہ کا توسط ضروری خیال کرتے ہین اور خود بخود قدرت سے بغیر بادل کے بارش ہو جانا محال سمجھتے ہین لیکن الہام کی بارش کے لئے جو صاف دلون پر ہوتی ہے ملایک کے بادلون کا توسط جو عند الشرع ضروری ہے اُسپر جہالت کی نظر سے

ہنستے ہین اور کہتے ہین کہ کیا خدا تعالیٰ بغیر ملایک کے توسط کے خود بخود الہام نہین کر سکتا تہا وہ اس بات کے قایل ہین کہ بغیر توسط ہوا کے آواز سُن لینا خلاف قانون قدرت ہے مگر وہ ہوا جو روحانی طور پر خدا تعالیٰ کی آواز کو ملہمون کے دلون تک پہنچاتی ہے اُس قانون قدرت سے غافل ہین وہ اس بات کو مانتے ہین کہ ظاہری آنکہون کی بصارت کے لئے آفتاب کی روشنی کی ضرورت ہی مگر وہ روحانی آنکہون کے لئے کسی آسمانی روشنی کی ضرورت یقین نہین رکہتی۔

اب جبکہ یہ قانون آلہی معلوم ہو چکا کہ یہ عالم اپنے جمیع قویٰ ظاہری و باطنی کیساتھ حضرت واجب الوجود کے لئے بطور اعضا کے واقعہ ہے اور ہر یک چیز اپنے اپنے محل اور موقعہ پر اعضا ہی کا کام دے رہی ہے اور ہر یک ارادہ خدا تعالیٰ کا اُنہین اعضا کے ذریعہ سے ظہور مین آتا ہے کوئی ارادہ بغیر ان کی توسط کے ظہور مین نہین آتا تو اب جاننا چاہیئے کہ خدائے تعالیٰ کے وحی مین جو پاک دلون پر نازل ہوتی ہے جبریل کا تعلق جو شریعت اسلام مین ایک ضروری مسئلہ سمجہا گیا اور قبول کیا گیا ہے یہ تعلق بہی اسی فلسفہ حقہ پر ہی مبنی ہے جسکا ابہی ہم ذکر کر چکے ہین۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ حسب قانون قدرت مذکورہ بالا یہ امر ضروری ہے کہ وحی کے القا یا ملکہ وحی کے عطا کرنیکے لئے بھی کوئی مخلوق خدائے تعالیٰ کے الہامی اور روحانی ارادہ کو بمنصہ ظہور لانے کے لئے ایک عضو کیطرح بنکر خدمت بجا لاوے جیسا کہ جسمانی ارادون کے پورا کرنے کے لئے بجا لارہے ہین سو وہ وہی عضو ہے جسکو دوسرے لفظون مین **جبریل** کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے جو بہ تبعیت حرکت اُس وجود اعظم کے سچ مچ ایک عضو کی طرح بلا توقف حرکت مین آجاتا ہے یعنے جب خدائے تعالیٰ محبت کرنے والے دل کی طرف محبت کے ساتھ رجوع کرتا ہی تو حسب قاعدہ مذکورہ بالا جسکا ابہی بیان ہو چکا ہے جبریل کو بھی جو سانس کی ہوا یا آنکہہ کے نور کیطرح خدا تعالیٰ سے نسبت رکہتا ہے اُس طرف ساتہہ ہی حرکت کرنی پڑتی ہے یا یون کہو کہ خدا تعالیٰ کی جنبش کیساتھ ہی وہ بھی بلا اختیار و بلا ارادہ اسی طور سے جنبش مین آجاتا ہے کہ جیسا اصل کی جنبش سی سایہ کا ہلنا طبعی طور پر ضروری امر ہے پس جب جبریلی نور خدا تعالیٰ کی کشش اور تحریک اور نفخہ نورانی سے جنبش مین آجاتا ہے تو معًا اس کی ایک عکسی تصویر جسکو روح القدس کے ہی نام سے موسوم کرنا چاہیئے محبت صادق کے دل مین منقش ہو جاتی ہے اور اُسکی محبت صادقہ کا ایک عرض

لازم ٹھہر جاتی ہے تب یہ قوۃ خداء تعالیٰ کے آواز سُننے کے لئے کان کا فائدہ بخشتی ہے اور اُس کے عجائبات کے دیکھنے کے لئے آنکھون کی قایم مقام ہو جاتی ہے اور اُس کے الہامات زبان پر جاری ہونیکے لئے ایک ایسی محرک حرارت کا کام دیتی ہے جو زبان کے پہیہ کو زور کے ساتھ الہامی خط پر چلاتی ہے اور جب تک یہ قوت پیدا نہ ہو اُسوقت تک انسان کا دل اندھے کیطرح ہوتا ہے اور زبان اُس ریل کی گاڑی کی طرح ہوتی ہے جو چلنے والے انجن سے الگ پڑی ہو لیکن یاد رہے کہ یہ قوت جو روح القدس سے موسوم ہے ہریک دل مین یکسان برابر پیدا نہین ہوتی بلکہ جیسے انسان کی محبت کامل یا ناقص طور پر ہوتی ہے اُسی اندازہ کیموافق یہ جبریلی نور اُس پر اثر ڈالتا ہے ۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ روح القدس کی قوت جو دونون محبتون کے ملنے سے انسان کے دلمین جبریلی نور کے پرتوہ سے پیدا ہو جاتی ہے اُس کے وجود کے لئے یہ امر لازم نہین کہ ہر وقت انسان خدا تعالیٰ کا پاک کلام سُنتا ہی رہے یا کشفی طور پر کچھ دیکھتا ہی رہے بلکہ یہ تو انوار سماویہ کے پانے کے لئے اسباب قریبہ کیطرح ہے یا یون کہو کہ یہ ایک روحانی روشنی روحانی آنکھون کے دیکھنے کے لئے یا ایک روحانی ہوا روحانی کانون تک آواز پہونچانے کے لئے منجانب اللہ ہے اور ظاہر ہے کہ جب تک کوئی چیز سامنے موجود نہ ہو تو مجرد روشنی کچھ دکھا نہین سکتی اور جب تک متکلم کے موہنہ سے کلام نہ نکلے مجرد ہوا کانون تک کوئی خبر نہین پہونچا سکتی سو یہ روشنی یا یہ ہوا روحانی حواس کے لئے محض ایک آسمانی موید عطا کیا جاتا ہے جیسے ظاہری آنکھون کے لئے آفتاب کی روشنی اور ظاہری کانون کے لئے ہوا کا ذریعہ مقرر کیا گیا ہی اور جب باریتعالیٰ کا ارادہ اس طرف متوجہ ہوتا ہی کہ اپنا کلام اپنے کسی ملہم کے دل تک پہنچا دے تو اُسکی اس متکلمانہ حرکت سے معاً جبریلی نور مین القا کے لئے ایک روشنی کیموج یا ہوا کیموج کا ملہم کی تحریک لسان کے لئے ایک حرارت کی موج پیدا ہو جاتی ہے اور اُس تموج یا اُس حرارت سی بلا توقف وہ کلام ملہم کی آنکھون کے سامنے لکھا ہوا دکھائی دیتا ہی یا کانون تک اُسکی آواز پہنچتی ہے یا زبان پر وہ الہامی الفاظ جاری ہوتے ہین اور روحانی حواس اور روحانی روشنی جو قبل از الہام ایک قوت کی طرح ملتی ہے یہ دونون قوتین اس لئے عطا کیجاتی ہین کہ تا قبل از نزول الہام الہام کے قبول کرنے کی استعداد پیدا ہو جائے کیونکہ اگر الہام ایسی حالت مین نازل کیا جاتا کہ ملہم کا دل

حواس روحانی سے محروم ہوتا یا روح القدس کی روشنی دل کی آنکھہ کو پہنچی نہ ہوتی تو وہ الہام الہی کو کن آنکھون کی پاک روشنی سے دیکھہ سکتا سو اسی ضرورت کی وجہ سے یہ دونون پہلے ہی سے ملہمین کو عطا کی گئین اور اس تحقیق سے یہ بھی ناظرین سمجھہ لین گے کہ وحی کے متعلق جبریل کے تین کام ہین۔

اوّل یہ کہ جب رحم مین ایسے شخص کے وجود کے لئے نطفہ پڑتا ہے جسکی فطرت کو اللہ جل شانہٗ اپنی رحمانیت کے تقاضا سے جس مین انسان کے عمل کو کچھہ دخل نہین ملہمانہ فطرت بنانا چاہتا ہے تو اُس پر اُسی نطفہ ہونیکی حالتمین جبریلی نور کا سایہ ڈال دیتا ہے تب ایسے شخص کی فطرت منجانب اللہ الہامی خاصیت پیدا کر لیتی ہے اور الہامی حواس اُسکو مل جاتے ہین۔

پھر **دوسرا**[۲] کام جبریل کا یہ ہے کہ جب بندہ کی محبت خدائیتعالیٰ کی محبت کے زیر سایہ آپڑتی ہے تو خدائیتعالیٰ کی مربیانہ حرکت کی وجہ سے جبریلی نور مین بھی ایک حرکت پیدا ہو کر محب صادق کے دلپر وہ نور جا پڑتا ہے یعنے اُس نور کا عکس محب صادق کے دلپر پڑ کر ایک عکسی تصویر جبریل کی اُسمین پیدا ہو جاتی ہے جو ایک روشنی یا ہوا یا گرمی کا کام دیتی ہے اور بطور ملکہ الہامیہ کے ملہم کے اندر رہتی ہے ایک سرا اُسکا جبریل کے نور مین غرق ہوتا ہے اور دوسرا ملہم کے دل کے اندر داخل ہو جاتا ہے جسکو دوسرے لفظون مین روح القدس یا اُسکی تصویر کہہ سکتے ہین۔

تیسرا[۳] کام جبریل کا یہ ہے کہ جب خدائیتعالیٰ کیطرف سے کسی کلام کا ظہور ہو تو ہوا کیطرح موج مین آکر اس کلام کو دل کے کانون تک پہنچا دیتا ہے یا روشنی کے پیرایہ مین افروختہ ہو کر اُسکو نظر کے سامنے کر دیتا ہے یا حرارت محرکہ کے پیرایہ مین تیزی پیدا کر کے زبان کو الہامی الفاظ کی طرف چلاتا ہے۔

اس جگہ مین اُن لوگون کا وہم بھی دور کرنا چاہتا ہون جو ان شکوک اور شبہات مین مبتلا ہین جو اولیا اور انبیاء کے الہامات اور مکاشفات کو دوسرے لوگون کی نسبت کیا خصوصیت ہو سکتی ہے کیونکہ اگر نبیون اور ولیون پر امور غیبیہ کہلتے ہین تو دوسرے لوگون پر بھی کبھی کبھی کہلجاتی ہین بلکہ بعض فاسقون اور غایت درجہ کے بدکارون کو بھی سچی خوابین آجاتی ہین بلکہ بعض پرلے درجہ کے بدمعاش اور شریر آدمی اپنے ایسے مکاشفات بیان کیا کرتے ہین کہ آخر وہ سچے نکلتے ہین پس جبکہ ان لوگون کے ساتھہ جو اپنے تئین نبی یا کسی اور خاص درجہ کے آدمی تصور کرتے ہین ایسے ایسے بدچلن آدمی بھی شریک ہین جو بدچلنیون اور بدمعاشیون مین چھپٹے ہوئے

اور شہرہ آفاق ہین تو نبیون اور ولیون کی کیا فضیلت باقی رہی سو مین اس کے جواب مین کہتا ہون کہ در حقیقت یہ سوال جس قدر اپنی اصل کیفیت رکہتا ہے وہ سب درست اور صحیح ہے اور جبریلی نور کا پہیلا ہوا ہیسوان حصہ تمام جہان مین پہیلا ہوا ہے جس سے کوئی فاسق اور فاجر اور پرلے درجہ کا بدکار بہی باہر نہین بلکہ مین یہانتک مانتا ہون کہ تجربہ مین آچکا ہے کہ بعض اوقات ایک نہایت درجہ کی فاسقہ عورت جو کنجریون کے گروہ مین سے ہے جسکی تمام جوانی بدکاری مین ہی گذری ہے کبہی سچی خواب دیکہہ لیتی ہے اور زیادہ تر تعجب یہ ہے کہ ایسی عورت کبہی ایسی رات مین بہی کہ جب وہ بادہ بسر و آشنا ببر کا مصداق ہوتی ہے کوئی خواب دیکہہ لیتی ہے اور وہ سچی نکلتی ہے مگر یاد رکہنا چاہیئے کہ ایسا ہی ہونا چاہیئے تہا کیونکہ جبریلی نور آفتاب کی طرح جو اس کا ہیڈ کوارٹر ہے تمام معمورہ عالم پر حسب استعداد انکی اثر ڈال رہا ہے اور کوئی نفس بشر دنیا مین ایسا نہین کہ بالکل تاریک ہو کم سے کم ایک ذرہ سی محبت وطن اصلی اور محبوب اصلی کی ادنیٰ سی ادنیٰ سرشت مین بہی ہے اس صورت مین نہایت ضروری تہا کہ تمام بنی آدم پر یہانتک کہ انکے مجانین پر بہی کسیقدر جبریل کا اثر ہوتا اور فی الواقعہ ہے بہی کیونکہ مجانین بہی جنکو عوام الناس مجذوب کہتے ہین اپنی بعض حالات مین بوجہ اپنی ایک طور کے انقطاع کے جبریلی نور کے نیچے جا پڑتے ہین تو کچہہ کچہہ انکی باطنی آنکہون پر اس نور کی روشنی پڑتی ہی جس سے وہ خدا تعالیٰ کے تصرفات خفیہ کو کچہہ کچہہ دیکہنے لگتی ہے مگر ایسی خوابون یا ایسی مکاشفات سے نبوت اور ولایت کو کچہہ صدمہ نہین پہونچتا اور انکی شان بلند مین کچہہ بہی فرق نہین آتا اور کوئی التباس حیران کرنے والا واقعہ نہین ہوتا کیونکہ درمیان مین ایسا فرق بین ہے کہ جو بدیہی طور پر ہر یک سلیم العقل سمجہہ سکتا ہے اور وہ یہ ہی کہ خواص اور عام کی خوابین اور مکاشفات اپنی کیفیت اور کمیت اتصالی و انفصالی مین ہرگز برابر نہین ہین جو لوگ خدا تعالیٰ کے خاص بندی ہین وہ خارق عادت کے طور پر نعمت غیبی کا حصہ لیتے ہین دنیا ان نعمتون مین جو انہین عطا کیجاتی ہین صرف ایسے طور کی شریک ہی جیسے شاہ وقت کے خزانہ کے ساتہ ایک گدا اور یوزہ گر ایک درم کے حاصل رکہنے کیوجہ سے شریک خیال کیا جائے لیکن ظاہر ہے کہ اس ادنیٰ مشارکت کیوجہ سے نہ بادشاہ کی شان مین کچہہ شکست آسکتی ہے اور نہ اس گدا کی کچہہ شان بڑہ سکتی ہے اور اگر ذرہ غور کرکے دیکہو تو یہ ذرہ مثال مشارکت ایک کرم شب تاب بہی جسکو پٹ بیجنا یا جگنو بہی کہتے ہین آفتاب کے ساتہ رکہتا ہے تو کیا وہ اس مشارکت کیوجہ سے آفتاب کی عزت

مین سے کوئی حصہ لیسکتا ہے سو جاننا چاہیئے کہ درحقیقت تمام فضیلتین باعتبار اعلیٰ درجہ کے کمال کے جو کمیت اور کیفیت کے رو سے حاصل ہو پیدا ہوتی ہین یہ نہین کہ ایک حرف کی شناخت سے ایک شخص فاضل اجل کا ہم پایہ ہو جائیگا یا اتفاقاً ایک مصرعہ بن جانے سے بڑے شاعرونکا ہم پلہ کہلائیگا۔ ذرہ مثال شراکت سے کوئی نوع حکمت یا حکومت کے خالی نہین اگر ایک بادشاہ سارے جہان کی حکومت کرتا ہی تو ایسا ہی ایک مزدور آدمی اپنی جھونپڑی مین اپنی بچون اور اپنی بیوی پر حاکم ہی۔ رہی یہ بات کہ خدا تعالی نے نیک بختون اور بدبختیون مین مشارکت کیون رکھی اور تخم کے طور پر غافلین کے گروہ کو نعمت غیبی کا کیون حصہ دیا اس کا جواب یہ ہی کہ الزام اور اتمام حجت کیلیئے تا اس تخمی شراکت کیوجہ سے ہر یک منکر کاملون کی حالت کا گواہ ہوجائے کیونکہ جبکہ وہ اپنی چھوٹے سے دائرہ استعداد مین کچھ نمونہ اُن باتون کا دیکھتا ہے جو اُن کاملون کی زبان سے سُنتا ہے پس اس تھوڑی سی جھلک کیوجہ سے اس کے لئے یہ ممکن نہین کہ اپنی سیچی دل سے اُن الہامی امور کو بکلی غیر ممکن سمجھے سو وہ اس روحانی خاصیت کا ایک ذرا سا نمونہ اپنے اندر رکھنے کیوجہ سے خدا تعالی کے الزام کے نیچے ہی جسکے رو سے بحالت انکار وہ پکڑا جائیگا جیسا کہ آجکل کے آریہ خیال کر رہے ہین کہ خدا تعالی نے چارون ویدون کو نازل کر کے پھر یک لخت ہمیشہ کیلئے الہامات کی صف کو لپیٹ دیا ہی۔ مگر خدا تعالی کا قانون قدرت اُنہین ملزم کرتا ہے جبکہ وہ بچشم خود دیکھتے ہین کہ یہ سلسلہ انکشافات غیبیہ کا ابتک جاری ہی اور اُنہین سی فاسق آدمی بھی کبھی کبھی سچی خوابین دیکھ لیتی ہین پس ظاہر ہے کہ وہ خدا جسنے اپنا روحانی فیض نازل کرنیسے اس زمانہ کے فاسقون اور دنیا پرستون کو بھی محروم نہین رکھا اور انپر بھی باوجود فقدان کامل مناسبت کے کبھی کبھی رشحات فیض نازل کرتا ہے تو اپنی نیک بندون پر جو اسکی مرضی پر چلین اور اکمل اور اتم طور پر اُس سی مناسبت رکھین کیا کچھ نازل کرتا نہین ہوگا اور ایک بھید اس تخمی مشارکت مین یہ ہی کہ تا ہر یک شخص کو وہ کیسا ہی فاسق اور بدکار یا کافر خونخوار ہو اس مشارکت پر غور کرنیسے سمجھ لیوی کہ خدا تعالی نے اُسی ہلاک کرنیکے لئے پیدا نہین کیا بلکہ اُس نے اُس کے اندر ترقی کی راہ رکھی ہی اور اُسکو بھی تخم کیطور پر ایک نمونہ دیا ہے جسمین وہ آگے قدم بڑھا سکتا ہی اور وہ فطرتاً خدا تعالی کی خوان نعمت سی محروم نہین ہین ہان اگر آپ بے راہی اختیار کر کے اُس نور کو جو اُس کے اندر رکھا گیا ہی غیر مستعمل چھوڑ کر آپ محروم بنجائی اور اُن طبعی طریقون کو جو نجات پانے کے طریق ہین دیدہ دانستہ چھوڑ دیوے تو یہ خود اُس کا ساختہ پرداختہ ہے جس کا بد نتیجہ اُسے بھگتنا پڑے گا۔

یاد دہانی

جو کچھہ ہمنے رسالہ فتح اسلام مین آلہی کارخانہ کے بارے مین جو خداوند عزوجل کیطرف سے ہمارے سپرد ہوا ہے پانچ شاخون کا ذکر کر کے دینی مخلصون اور اسلامی ہمدردون کی ضرورت امداد کے لئے لکھا ہی اُسکی طرف ہماری با اخلاص اور پرجوش بھائیون کو بہت جلد توجہ کرنی چاہیے کہ تا یہ سب کام باحسن طریق شروع ہو جائین ؃

(الراقم مرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور)

اطلاع بخدمت علمائے اسلام

جو کچھہ اس عاجز نے مثیل مسیح کے بارے مین لکھا ہے یہ مضمون متفرق طور پر تین رسالون مین درج ہے یعنے فتح اسلام اور توضیح مرام اور ازالۂ اوہام مین پس مناسب ہی کہ جبتک کوئی صاحب ان تینون رسالون کو غور سے نہ دیکھہ لین تب تک کسی مخالفانہ رائے ظاہر کرنیکے لئے جلدی نہ کرین۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ ؃

الراقم خاکسار مرزا غلام احمد

التماس — ہماری غلطی کی فہرست [illegible] رسالہ فتح اسلام کے صفحہ ۳۹ [illegible] [illegible] طلب

خاکسار شیخ نور احمد مالک مطبع ریاض ہند امرتسر [illegible]

بقلم شیخ ظہیر احمد کاتب ۱۰ اگست سنہ ۱۸۹۰ء